Atlantis
Publications
جرم کی لڑی
محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز
اشتیاق احمد

Atlantis Publications
جرم کی لاٹری
محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز
اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

جرم کی لڑی

اشتیاق احمد

اٹلانٹس پبلکیشنز

Atlantis Publications

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول: جرم کی لڑی

نمبر: انسپکٹر جمشید سیریز 792

پبلشر: فاروق احمد

قیمت: 240 روپے

ISBN 978-969-601-100-2

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

اٹلانٹس پبلکیشنز

A-36 ایسٹرن اسٹوڈیو B-16 سائٹ، کراچی

0300-2472238, 32578273, 34268800

ای میل: atlantis@cyber.net.pk

www.inspectorjamshedseries.com

ایک حدیث

نبی کریم ﷺ نے ان دو آدمیوں سے فرمایا جو مسیلمہ کذاب کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے:

''اللہ کی قسم اگر شریعت میں یہ حکم نہ ہوتا کہ ایلچی قتل نہ کیے جائیں تو میں تمہاری گردنیں اتار دیتا۔''

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

☆ یہ وقت عبادت کا تو نہیں۔
☆ آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔
☆ آپ نے کسی کو وقت تو دے نہیں رکھا۔
☆ آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں، پہلے عبادت اور دوسرے کاموں سے فارغ ہولیں، پھر ناول پڑھیں۔

اشتیاق احمد

اشتیاق احمد کے سنسنی خیز، ہنگامہ آرا، مزاح اور جاسوسی سے بھرپور ناول

ناول	قیمت	ناول	قیمت	ناول	قیمت	ناول	قیمت
پیکٹ کا راز	110/-	خون کے سوداگر	110/-	خونی پہاڑیاں	110/-	چائے کا کپ	110/-
بے آواز دھماکے	110/-	قاتل قصبہ (پچاس کا مجمع)	110/-	گھریلو نقاب پوش	110/-	کار کی تلاش	110/-
پراسرار پٹاخے	110/-	زہریلا کمرہ	110/-	لنگڑی سازش	110/-	ہیرا دیوی	110/-
ڈاکو کا وار	110/-	کیمرے کا راز	110/-	خونی دھواں	110/-	انوکھی چال	110/-
جنگل میں کارنامہ	110/-	خونی جیل	110/-	پراسرار مہم	110/-	چال کا جواب	110/-
پارسل میں بم	110/-	تیسرا آدمی	110/-	خونی کیمپ	110/-	نیلاب پل	110/-
جیل سے فرار	110/-	سفید خون	110/-	نیلا عذاب	110/-	آخری تصویر	110/-
تجوری کی چوری	110/-	چوٹ پر چوٹ	110/-	دروازہ کھلا ہے	110/-	زخمی	110/-
بے تاج بادشاہ	110/-	مصنوعی قتل	110/-	رات کا مہمان	110/-	ستاروں کا کھیل	110/-
عمارت میں بم	110/-	توپ کی چوری	110/-	اجنبی کی آمد	110/-	سیاہ فام	110/-
گولیوں کی وبا	110/-	خفیہ تحریر	110/-	سلاخیں	110/-	کھردری آواز	110/-
پنسل کے شکار	110/-	نقاب کے پیچھے	110/-	دوسری عدالت	110/-	انشارجہ کا جاسوس	110/-
حویلی کا خط	110/-	خونی محل	110/-	انجانا خطرہ	110/-	موت کی مشین	110/-
بلی کا خوف	110/-	آخری پیکٹ	110/-	کتے کی موت	110/-	منصوبے کا قاتل	110/-
کمرہ نمبر 420	110/-	فائل S-13	110/-	خونی تجربہ	110/-	بہت بڑی بلا	110/-
خون کی تحریر	110/-	لفافے کا راز	110/-	دوسرا کیمرہ	110/-	اوچھا وار	110/-
ہنگامے کی موت	110/-	گمنام کیمپ	110/-	جوناٹ	110/-	پستول والا	110/-
بینک کے ڈاکو	110/-	سوٹ کیس کا سفر	110/-	جوناٹ کی واپسی	110/-	غریب ہیرے	110/-
ہاتھی کی تلاش	110/-	دوہری چال	110/-	راٹور کی آمد	110/-	بھیانک روپ	110/-
کالا شہر	110/-	خوفناک مکان	110/-	مخلص قاتل	110/-	بدنصیب ہوٹل	110/-
شومنا کی لاش	110/-	مجرم کا خوف	110/-	قلمی مہمان	110/-		
کان کا راز	110/-	کالا طوفان	110/-	خطوط کا فریب	110/-	خاموش ہتھیار	110/-
فرضی قتل	110/-	اندھی قید	110/-	گمنام ہمدرد	110/-	اندھا ظلم	110/-
خوفناک کتا	110/-	مشینی مخلوق	110/-	سازش کا شکار	110/-	قاتل کا دھماکہ	110/-
خونی ایجاد	110/-	زلزلے کا فرار	110/-	بوڑھا چہرہ	110/-	بلیک گولڈ	110/-
سائے کی موت	110/-	خوفزدہ آدمی	110/-	حویلی کا اسرار	110/-	ہمشکل سازش	110/-
کالی آنکھ	110/-	نقلی چہرہ	110/-	ہیٹ والا	110/-	آپریشن الورا	110/-
بھیانک سازش	110/-	جنگل کا قانون	110/-	نوٹ بک	110/-	مجرم منصوبہ	110/-
پستول کا اغوا	110/-	ہولناک لمحے	110/-	وادئ مرجان	110/-	دائرے میں خوف	110/-
باورچی خانے میں لاش	110/-	آخری خواہش	110/-	ریچھ نما آدمی	110/-	چالباز	110/-

ناول	قیمت	ناول	قیمت
ہیرو کا دشمن	110/-	جیرال نمبر تین	300/-
اندھیرے کے سوداگر	110/-	بے تکی وارداتیں	300/-
پرانے شکاری نیا جال	110/-	گھریلو شکار	300/-
قتل کی پیشکش	110/-	روبوٹ کی لاش	390/-
خوف کا سایہ	110/-	سازش کا تیر	240/-
زہریلا ٹکراؤ	110/-	ریاست کا مجرم	240/-
نیلا خون	110/-	نقلی گھرانہ	240/-
مجرم کا چہرہ	110/-	بادلوں کے اس پار	960/-
تعاقب کا ہنگامہ	110/-	مردے کی چوری	240/-
حکم کا شکنجہ	110/-	سیران کا بھوت	240/-
خوفناک چال	110/-	لاش کا قاتل	280/-
فاروق کی روح	110/-	آواز کا جادوگر	240/-
دوسرا مجرم	110/-	**مجرم کی لڑکی**	240/-
پتھر پر تحریر	110/-	سانپ سازش	240/-
سیاہ گلاب کا وار	110/-		

سہری کہانی — 390/-

Packet Ka Raaz — 110/- (رومن انگلش میں)

نئے خاص نمبر

ناول	قیمت
کالا راز	300/-
چن گام کا جرم	300/-
بلیک ہارٹ	300/-
ایک ارب ڈالر کا منصوبہ	300/-
زاران کی زنجیر	300/-
پانچ ملکوں کی سازش	300/-
لی شن پلان	300/-
خوف کا سمندر	400/-
پروفیسر والا کی	300/-
شتر مرغ کا اغوا	300/-
سازشی دیوتا	300/-
انتہائی طاقت	300/-
واردات کا اسرار	300/-
پہاڑ کا سمندر	450/-
چاند کی لاش	300/-

چار ناول ایک جلد میں

ناول	قیمت
جاسوس ہو تو ایسا ، چوتھا نگرا ، ہیروں کا بکس ، چوکور نیلا ستارہ	400/-
خونی پروگرام ، انوکھا شکار ، دشمن شہر ، شہر کے قیدی	400/-
زرد نقاب ، پربول سازش ، نامعلوم دشمن ، قصبے کی روح	400/-
خون آلود خنجر ، [illegible] ، رومال ، خودکشی کی دعوت	400/-
پراسرار ، خول در خول ، آخری ڈاکا ، سوزانی درندہ	400/-
کوکی کا معمہ ، خونی دعوت ، شیشے کی گیند ، وحشی زمین	400/-
حویلی کا مجرم ، غار کا بیت ، اونچی مہم ، بابا کا مجرم	400/-

شاہکار خاص نمبر

ناول	قیمت
ملاشا کا زلزلہ	500.00
سرخ تیر	500.00
اغواء کی موت	400.00

اسلامی

کتاب	قیمت
صحابہ کے حیرت انگیز واقعات	75.00
صحابہ کے شاہکار واقعات	75.00
قیامت کب آئے گی	75.00

گھر پر منگوانے کیلئے فون کریں

کراچی فون نمبر: 021-34268800

موبائل نمبر: 03002472238

ای میل: atlantis@cyber.net.pk

Visit us on facebook

http://www.facebook.com/InspectorJamshed

[illegible]

0300-2654395 [illegible]

021-34940858 [illegible]

021-32216361 [illegible]

021-32762442 [illegible]

0333-5205014 اشرف بک ایجنسی

0322-6205446 میاں عبدالحق

0300-4009578
042-37249813 ساجان نیوز ایجنسی

0300-5930230
091-2213525 زرباب نیوز ایجنسی

0301-6367755
062-2731947 قاضی نیوز ایجنسی

اٹلانٹس پبلیکیشنز

A-69, Eastern Studios,
B-16, S.I.T.E, Karachi.

نئے قارئین کیلئے
انسپکٹر جمشید سیریز
کا تعارف

انسپکٹر جمشید محکمہ سراغرسانی کے سب سے مشہور سراغرساں ہیں ...... انہیں جو کیس بھی دیا جاتا ہے وہ اسے حل کر کے چھوڑتے ہیں آج تک کوئی ایسا کیس نہیں ہے جو انہیں ملا ہو اور ان سے حل نہ ہو سکا ہو ...... وہ مجرم کو عجیب وغریب طریقوں سے پکڑتے ہیں ...... اس طرح کہ مجرم کو وہم وگمان بھی نہیں ہوتا کہ انسپکٹر جمشید کا گھیرا اس کے گرد تنگ ہوتا جا رہا ہے ...... اسے تو عین اس وقت پتا چلتا ہے جب وہ اسکے خلاف تمام ثبوت حاصل کرنے کے بعد اس پر ہاتھ ڈال دیتے ہیں ......

محکمہ سراغرسانی کے تمام آفیسر تو ان کا لوہا مانتے ہی ہیں ...... پولیس کے تمام شعبوں میں بھی ان کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے ...... اپنی ذاتی زندگی کے لحاظ سے وہ حد درجے ایمان دار ہیں ...... رشوت سے کوسوں دور بھاگتے ہیں ...... غریبوں کے بہت ہمدرد ہیں ...... قانونی معاملات میں بہت سخت ہیں ...... جب کسی کے خلاف کوئی جرم ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اس کے ساتھ نرمی

نہیں کرتے ...... بڑی سے بڑی سفارش کی بھی پروا نہیں کرتے ...... جب کسی بات پر اڑ جاتے تو پھر اس سے پیچھے نہیں ہٹتے ......

ان کے تین بچے ہیں سب سے بڑے کا نام محمود احمد ہے ...... جو ہائی اسکول میں پڑھ رہا ہے .... یہ بے حد ذہین اور پھرتیلا ہے، مشکل اوقات میں بالکل نہیں گھبراتا، کوئی مصیبت آپڑے تو ڈٹ جاتا ہے، اکثر اوقات اپنے والد کی مدد کرتا رہتا ہے ......

ان کے دوسرے بیٹے کا نام فاروق احمد ہے ...... فاروق بہت چلبلا اور کھلنڈرا ہے ...... اس پر شرارت کا بھوت ہر وقت سوار رہتا ہے ...... بات بات پر لطیفے چھوڑنا، ہر وقت دوسروں کو ہنسنے اور مسکرانے پر مجبور کر دینا اس کی خاص عادت ہے ...... خود بھی مسکراتا رہتا ہے ...... طبیعت میں شوخی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے یہ بھی مشکل اوقات میں کبھی نہیں گھبراتا ...... درختوں پر چڑھنا اس کا محبوب مشغلہ ہے ......

فرزانہ فاروق سے ایک سال چھوٹی ہے، ذہین، بلا کی ترکیبیں سوچنے میں ماہر، انسپکٹر جمشید کو مصیبت میں دیکھ کر حد درجے فکر مند ہو جاتی ہے ......

باپ کی صحبت میں رہ کر انہیں بھی جاسوسی کاموں سے ایک خاص قسم کا لگاؤ پیدا ہو گیا ہے ...... جونہی انہیں کوئی کیس حل کرنے کے لئے ملتا ہے، وہ بھی اس میں دلچسپی لینے لگتے ہیں ...... اس کی ایک ایک تفصیل ذہن نشین کر لیتے ہیں اور یہ کوشش کرتے ہیں کسی طرح وہ اپنے والد کی مدد کے بغیر ہی اس معاملے کی تہہ تک پہنچ جائیں ...... بلکہ تینوں آپس میں بھی ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ فاروق البتہ بظاہر ایسے کاموں سے جی چراتا ہے ...... لیکن جب کیس میں دلچسپی لیتا ہے تو پھر ہاتھ

دھو کر اس کے پیچھے پڑ جاتا ہے۔

ان کی والدہ بیگم جمشید جاسوسی بکھیڑوں اور جھنجھٹوں سے بالکل آزاد ہیں، انہیں ان کاموں سے اُلجھن ہوتی ہے...... لہٰذا وہ کیس کے بارے میں کوئی تفصیل جاننے کی کوشش نہیں کرتیں...... ہاں اتفاق سے کسی معاملے میں اُلجھ جائیں تو پھر حالات کے سامنے ڈٹ جاتی ہیں۔

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے سنسنی خیز جاسوسی اور سراغرسانی کے کارناموں پر مشتمل ناولوں کا یہ سلسلہ بچوں اور بڑوں میں دیوانگی کی حد تک مقبول ہے۔ انٹیلی جنس بیورو یعنی محکمہ سراغرسانی کے لائق ترین آفیسر انسپکٹر جمشید اور ان کے تین بچوں محمود، فاروق اور فرزانہ کے ایڈونچرز کے اس دلچسپ سلسلے کے اب تک آٹھ سو ناول شائع ہو چکے ہیں اور ہر ماہ اس میں ایک نئے ناول کا اضافہ ہوتا ہے۔ ایک سلسلے کے ہونے کے باوجود اس سیریز کا ہر ناول اپنی جگہ ایک مکمل ناول ہے۔ ہر ناول ایک نئی کہانی لئے ہوتا ہے اور وہ کہانی ایک ہی ناول میں انجام پذیر ہو جاتی ہے۔ لہٰذا آپ کوئی بھی ناول اٹھا کر پڑھنا شروع کر سکتے ہیں اس خدشے کے بغیر کہ یہ سیریز کا کوئی درمیانی حصہ ہے۔ ہر ناول ایک علیحدہ اور مکمل کہانی ہے۔

انسپکٹر جمشید سیریز کے تمام ناول ہر لحاظ سے صاف ستھرے اور ہماری معاشرتی روایات کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں۔ انسپکٹر جمشید کا گھرانہ ہمارے اور آپ کے گھروں کی طرح ایک سیدھا سادا گھرانہ ہے۔ تینوں بچے اسکولوں میں پڑھتے ہیں۔ انسپکٹر جمشید جب اپنے آفس سے شام پانچ بجے گھر پہنچتے ہیں تو شکیلہ بیگم یعنی بیگم جمشید چائے کی ٹرے کے ساتھ ان کی منتظر ہوتی ہیں۔ فرزانہ گھریلو کاموں میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہے لیکن مہم جوئی اور

سراغرسانی کے کارناموں میں اپنے دونوں بھائیوں کے ہم پلہ ہوتی ہے۔ انسپکٹر جمشید عام طور پر اپنے ذہین بچوں سے ہر نئے کیس کا نہ صرف ذکر کرتے ہیں بلکہ ان کی رائے بھی بغور سنتے ہیں اور اکثر ان کو عملی طور پر اپنی مہمات میں شامل کر لیتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ جہاں وہ شامل نہ بھی کریں وہاں یہ ٹوہ لگا کر خود ہی شامل ہو جاتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ کئی مرتبہ وہ مشکوک لوگوں اور جرائم کو بھانپ کر پہلے اپنے طور پر کسی معاملے میں کود پڑتے ہیں اور بعد میں اپنے والد کی مدد حاصل کرتے ہیں۔ دفتر میں انسپکٹر جمشید کا اسسٹنٹ سب انسپکٹر اکرام مجرموں کے بارے میں معلومات کا چلتا پھرتا انسائیکلو پیڈیا ہے۔ کیس سے متعلق درکار معلومات انسپکٹر جمشید کو فراہم کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ انسپکٹر جمشید کا اپنی جان سے زیادہ خیال رکھتا ہے۔ محکمے میں چند افسران ایسے بھی ہیں جو انسپکٹر جمشید کی بے پناہ صلاحیت اور ان کی کامیابیوں کی شہرت سے جلتے ہیں ان میں انسپکٹر فاضل سرفہرست ہے جو ہمیشہ افسران بالا کے کان ان کے خلاف بھرتا رہتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اپنی سازشوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو پاتا۔ انسپکٹر جمشید کے اعلیٰ افسران آئی جی صاحب اور ڈی آئی جی شیخ نثار احمد انسپکٹر جمشید کو اپنے بچوں کی طرح عزیز رکھتے ہیں البتہ کبھی کبھی سیاسی دباؤ کی وجہ سے انہیں بادل نخواستہ انسپکٹر جمشید کو معطل بلکہ برخواست بھی کرنا پڑا ہے۔ خان رحمان اور پروفیسر داؤد صاحبان ان کے بہت پرانے دوست ہیں اور ہر اہم معاملے میں مدد کیلئے ان کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں۔ خان رحمان کے دونوں بیٹے حامد اور سرور اور بیٹی ناز بھی کچھ مہمات میں انسپکٹر جمشید پارٹی کے ساتھ شامل رہے ہیں۔ ان کا ملازم ظہور خانساماں بھی ہے اور گھر

کے باقی کام کاج بھی کرتا ہے اور اس ہلچل میں کبھی سوٹ جلا بیٹھتا ہے تو کبھی ہانڈی۔ وہ اور اس کی بیوی دونوں خان رحمان کے گھر میں ایک عرصے سے ملازمت کر رہے ہیں۔ خان رحمان اکثر ہانڈی اور سوٹ جلانے کی پاداش میں ظہور کو کان پکڑوا کر مرغا بنا دیتے ہیں۔ پروفیسر داؤد کی اکلوتی بیٹی شائستہ سے بھی محمود، فاروق اور فرزانہ کی خوب بنتی ہے۔

انسپکٹر جمشید پارٹی کے ساتھ بڑی اور بین الاقوامی سطح کی مہمات میں انسپکٹر کامران مرزا، منور علی خان اور ان کے بچے بھی ساتھ ہوتے ہیں۔ کبھی شروع سے اور کبھی کسی کیس کے درمیان اتفاقیہ کہیں اچانک ان کی ملاقات ہو جاتی ہے۔ کامران مرزا اور منور علی خان آپس میں بہت پرانے دوست بھی ہیں۔ آصف کامران مرزا کے ایک اور پرانے ساتھی اور دوست محمود صاحب کا بیٹا ہے۔ آصف کے والد کاروبار کے سلسلے میں بیرون ملک رہتے ہیں لیکن وہ تعلیم کے سلسلے میں اور کامران مرزا کے فرزند آفتاب کے ساتھ گہری دوستی کے سبب ان کے ہی گھر میں بچپن سے رہتا آیا ہے۔ فرحت، منور علی خان کی بیٹی ہے اور وہ بھی بچپن سے کامران مرزا کے گھر پر رہتی ہے۔ آفتاب، آصف اور فرحت بچپن سے ہی سگے بہن بھائیوں کی طرح رہتے آئے ہیں۔ فرحت بھی فرزانہ کی طرح ترکیبیں بتانے کی ماہر ہے۔ جب کبھی یہ سب کسی مشکل کا شکار ہو جاتے ہیں یا کسی سازش کے جال میں بری طرح پھنس جاتے ہیں، فرزانہ اور فرحت کی ترکیبوں کے سبب ہی نکل پاتے ہیں۔

ان کی زندگی اسی طرح گزر رہی ہے اور یہ ایک بہت ہی دلچسپ زندگی ہے......

☆☆☆☆☆

گزشتہ ناول کی ایک جھلک

آواز کا جادوگر

اشتیاق احمد

☆ کال بیل کی آواز صرف فاروق نے سنی۔
☆ باقی کوئی سُن نہ سکا۔
☆ دوبارہ گھنٹی بجی تو آواز صرف محمود کے کانوں میں آئی۔
☆ ایک جادوئی آواز جو کبھی کسی کو سنائی دیتی اور کبھی کسی کو۔
☆ اگر وہ آواز جادو کی تھی تو کون تھا جادوگر؟
☆ اور جب انہوں نے باہر جا کر دیکھا تو دروازے پر کوئی نہ تھا۔
☆ لیکن گھنٹی بجنے کی آواز بدستور سنائی دے رہی تھی۔
☆ گھنٹی پر کسی کے اُنگلیوں کے نشان بھی نہیں تھے۔
☆ ایک پُراسرار کیس... ایک عجیب معاملہ...
☆ وہ چکرا کر رہ گئے۔ وہ جادو تھا یا سائنس کا کوئی کرشمہ
☆ وہ چمکدار نقطے کیسے تھے۔ اور کہاں سے آئے تھے۔
☆ آواز کا جادوگر سب کو تگنی کا ناچ نچا رہا تھا۔

دو باتیں

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ!

گذشتہ دنوں کافی ہنگامہ خیزی رہی ... اس تیزی نے مجھے حیرت میں ڈال دیا ... یعنی کہاں تو چار چار ماہ بعد کبھی ایک ناول شائع ہو رہا تھا... کہاں دھڑا دھڑ سلسلہ شروع ہو گیا ... روبوٹ کی لاش کے بیس بائیس دن بعد ہی سازش کا تیر آ گیا اور سازش کا تیر سے آواز کا جادوگر تک ایک کے بعد ایک کئی ناول ... اور اس کے ساتھ ہی میری کہانی اور 35 چھوٹے ناول ... یہ سب مل جل کر ایک ساتھ ہی گویا آ گئے ... یوں لگتا ہے ان سب نے ہمارے خلاف کوئی خفیہ سازش کی تھی ... بہرحال یہ دھڑا دھڑ اشاعت بلکہ تابڑ توڑ اشاعت حیران کن ثابت ہوئی ... اس لیے میں نے سوچا، حیران ہونے میں ہی بھلا ہے، کیونکہ یہی درویش کی صدا ہے ... ویسے سچی بات یہ ہے کہ جو مزا باقاعدگی میں ہے وہ بے قاعدگی میں کہاں ... ہونا بھی چاہیے ...

اس طرح قارئین ہر ماہ مطمئن رہتے ہیں اور بے اطمینانی کا شکار نہیں رہتے ... انہیں غیر ضروری طویل انتظار نہیں کرنا پڑتا ... پبلشنگ کے ادارے کے حق میں بھی یہی بہتر ہے ... یہ کاروبار اسی طرح پنپتا ہے ... بہرحال وہ دن گئے جب پسینہ گلاب تھا... یعنی اپنا ادارہ تھا اپنی مرضی چلتی تھی ... اس لیے اس باقاعدگی پر کبھی حرف نہ آیا ... اور یہ بات سب ہی نے تسلیم کی کہ پاکستان میں کوئی ماہانہ رسالہ بھی اتنی باقاعدگی سے نہیں آسکا جتنے کہ اشتیاق احمد کے ناول آتے ہیں ... یعنی ہر ماہ کی بیس تاریخ کو ... بیس سے کبھی انیس بھی نہیں ہوئی ... میں ان باتوں کو صرف یاد ہی کر سکتا ہوں اور یاد کر کے صرف سرد آہ ہی بھر سکتا ہوں کیونکہ معاملہ اب میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے ... اور کبھی ہاتھ نہ آنے کے لیے نکلا ہے ... لہٰذا میں یہ کہہ کر مطمئن ہو جاتا ہوں ... اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا ... اسی میں خوش رہنا چاہیے ... یہ سوچتے ہی میں مسکرانے لگتا ہوں ۔ شکریہ

پارک میں

’’تم نے اس لڑکی کو دیکھا ہے۔‘‘

فاروق کی بات سن کر محمود نے اس کی طرف دیکھا ... پتھر کے بینچ پر بیٹھی لڑکی بھی پتھر کی نظر آرہی تھی ...

’’اب تم نے کہا ہے تو دیکھا ہے ... ویسے میرا خیال ہے، نیشنل پارک میں آج تک اس قدر ساکن لڑکی کوئی نہیں آئی ہوگی۔‘‘ محمود نے خیال ظاہر کیا۔

’’یہی تو سوال ہے۔‘‘ فاروق مسکرایا۔

’’یہ یہاں سوال کہاں سے ٹپک پڑا۔‘‘ محمود نے منہ بنایا۔

’’ٹپک پڑنے کی بھی ایک ہی کہی ... بھئی کسی وقت بھی کوئی چیز بھی ٹپک سکتی ہے۔‘‘ فاروق مسکرایا۔

’’اب تم سے کون مغز مارے۔‘‘

’’تم ہی مارو گے ... فرزانہ تو ہمارے ساتھ ہے نہیں۔‘‘

’’میں نے دیکھا ہے ... اس نے کافی دیر سے پلک تک نہیں جھپکی... لہذا کوئی بات ہے ضرور ... آؤ پوچھ لیتے ہیں ... ویسے ہمارے ساتھ فرزانہ ہوتی تو یہ کام وہ آسانی سے کر لیتی ... لڑکی ہے ... برا نہ مان جائے ... ہمیں آوارہ لڑکے نہ خیال کرلے ... آج کل یہ مسئلہ بھی ہے ... آوارہ لڑکے بلاوجہ لڑکیوں کو مخاطب کرتے پھرتے ہیں ۔‘‘

’’بھئی یہ کوئی سنسان جگہ نہیں ہے ... نیشنل پارک ہے ... یہاں اس وقت بے شمار مرد، عورتیں ، لڑکے ، لڑکیاں اور بچے ادھر ادھر چہل قدمی کر رہے ہیں ... بہار کے موسم میں ویسے بھی پارکوں میں رونق ہی رونق ہوتی ہے... لہذا وہ کم سے کم ہمیں ایسا خیال نہیں کرے گی۔‘‘ فاروق کہتا چلا گیا ۔

’’اور یہ تم کم سے کم کہاں سے لے آئے ... اس کے بغیر بھی تو بول سکتے تھے ۔‘‘محمود نے منہ بنایا ۔

’’چلو جملے میں سے کم سے کم نکال دو۔‘‘ فاروق مسکرایا ۔

’’جملہ تمہارا اور نکالوں میں۔‘‘محمود نے آنکھیں نکالیں ۔

’’حد ہوگئی ... اسے کہتے ہیں بال کی کھال اتارنا۔‘‘ فاروق تڑ سے بولا۔

’’نہیں تو ... میرے خیال میں تو اسے ہاتھ دھو کر پیچھے پڑنا کہتے ہیں۔‘‘ محمود نے فوراً کہا۔

’’کہتے ہوں گے ... میرا دماغ نہ چاٹو۔‘‘ فاروق جھلا اٹھا۔

’’یہ ایک ہی کہی ... دماغ چاٹنے کی ابتدا تم نے کی یا میں نے۔‘‘

’’میں نے لڑکی کی طرف دیکھنے کی بات کی تھی ... کیونکہ وہ موت کی حد تک سنجیدہ ہے ۔‘‘

’’اس میں تو خیر شک نہیں ... اچھا دیکھو ... تم مجھ سے چھوٹے ہو ... اور میں ذرا بڑا ... تم لڑکی سے بات کرو گے تو شاید برا نہ مانے۔‘‘

’’شاید تم اپنے لیے رکھ لو ... میرے لیے یقیناً کہہ دو ... میرے بات کرنے سے وہ یقیناً برا نہیں مانے گی ... لیکن شاید تمہارے بات کرنے سے برا مان جائے ۔‘‘ فاروق جلے کٹے انداز میں کہتا چلا گیا۔

’’توبہ ہے تم سے ... بات کہاں کی کہاں لے جاتے ہو ۔‘‘ محمود تلملا اٹھا۔

’’تو تمہیں کس نے روکا ہے ... تم بھی بات کہیں کی کہیں لے

جاؤ... میں کوئی اعتراض نہیں کروں گا۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''شکریہ! یہ بہت ضروری ہے۔''

''کیا بہت ضروری ہے... بات کو کہیں کی کہیں لے جانا۔''

''حد ہوگئی... احمق میں لڑکی سے بات کرنے کی بات کر رہا ہوں۔''

''اور یہ تم نے احمق کسے کہا۔''

''میں نے خود کو کہا ہے...'' محمود جھلا کر بولا۔

''تب تو ٹھیک ہے... اور مجھے کوئی اعتراض نہیں... تم خود کو لاکھ بار احمق کہہ لو۔''

''یار تم جاتے ہو یا دوں ایک ہاتھ۔''

''فی الحال ضرورت نہیں۔'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

''کس چیز کی۔''

''ایک ہاتھ کی... میرے پاس اپنے دونوں ہاتھ ہیں۔''

''اچھا تو پھر میں چلا۔''

''نن... ایسا ظلم نہ کرنا۔'' فاروق گھبرا گیا۔

''ہائیں... یہ ظلم کیسے ہو جائے گا۔''

''اب تم خود مجھے روک رہے ہو۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

اور پھر وہ لڑکی کی طرف بڑھ گیا... آہستہ انداز میں چلتا اس کے نزدیک پہنچ گیا... اور نرم آواز میں بولا۔

''بہن۔''

اس نے چونک کر دیکھا... آنکھوں میں حیرت کی بجلی بھی چمکی... پھر اس کے منہ سے نکلا۔

''آپ نے مجھ سے کہا۔''

''اگر آپ یہ سمجھ لیں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

محمود نے اس کا جملہ سن لیا تھا، کیونکہ وہ زیادہ دور نہیں تھا... اسے بے ساختہ ہنسی آگئی لیکن اس نے اپنی آواز منہ سے نہ نکلنے دی ورنہ لڑکی یہ خیال کرتی کہ وہ اس کا مذاق اڑانے کے موڈ میں ہیں۔

''کیا کہا آپ نے۔''

''میں نے کہا ہے کہ میں نے آپ ہی کو مخاطب کیا ہے۔''

''نہیں... آپ نے کچھ اور کہا تھا۔''

''لیکن اس کا مطلب یہی بنتا ہے۔''

''اچھا خیر... فرمائیے... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''آپ کافی دیر سے بالکل ساکت بیٹھی ہیں... اس طرح کہ

پلک بھی نہیں جھپک رہیں ... اس بات نے ہمیں پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔''

''لیکن کیوں؟'' لڑکی نے حیران ہو کر کہا۔

''کیا کہا ... لیکن کیوں؟'' فاروق بولا۔

''ہاں! میں نے یہی کہا ہے ... لیکن کیوں ... آپ کیوں میرے بارے میں پریشانی محسوس کر رہے ہیں۔''

''انسان ہونے کے ناطے۔''

''انسان ہونے کے ناطے یا اس لیے کہ میں ایک لڑکی ہوں ... اور وہ بھی اکیلی۔''

فاروق کا رنگ اڑ گیا ... پھر بھی اس نے سنبھل کر کہا۔

''آپ نے شاید سنا نہیں ... میں نے لفظ بہن کہا ہے۔''

''یہ بھی آج کل طریقہ ہے ... منہ سے بہن کہہ کر بلاتے ہیں اندر کچھ اور ہوتا ہے۔''

''آپ ٹھیک کہتی ہیں ... مجھے آپ کو مخاطب نہیں کرنا چاہیے تھا ... لیکن کل ہم اپنی بہن کو لے کر آئیں گے ... وہ آپ سے پوچھے گی کہ آپ اس قدر گم سم کیوں ہیں ... اس قدر اداس کیوں ہیں ... آخر وہ کون سا صدمہ ہے ... جو اس چھوٹی سی عمر میں آپ کو پہنچا ہے

... وہ یہ باتیں کل آپ سے پوچھے گی ... اور پھر آپ اس سے یہ باتیں نہیں کہہ سکیں گی ... جو آپ نے مجھ سے کہی ہیں۔'' یہاں تک کہہ کر فاروق خاموش ہو گیا اور واپس جانے کے لیے مڑا۔

''آپ عجیب ہیں ... وہ ساری بات کہہ بھی دی ... اور کہہ رہے ہیں ... کل ہماری بہن آ کر یہ کہے گی۔''

''آپ کوئی خیال نہ فرمائیں ... ہم صرف ہمدردی محسوس کر کے آپ سے بات کرنے پر مجبور ہوئے ہیں ... اسی لیے کہہ رہے ہیں کہ اگر آپ کو ہمارا بات کرنا ناگوار گزرا ہے ... تو ہماری بہن بات کرے گی۔'' یہ الفاظ محمود نے آگے بڑھ کر کہے تھے۔

اس نے دونوں کو ایک نظر دیکھا، پھر کہنے لگی:

''شکل صورت سے آپ دونوں انتہائی شریف لگتے ہیں ... لیکن اس کے باوجود ... جب آپ مجھ سے بات کریں گے تو پارک میں موجود لوگ مجھے گھوریں گے ... اس لیے ... بہتر یہی ہے کہ آپ کل اپنی بہن کو لے آئیں ... لیکن سوال تو یہ ہے کہ آپ مجھ سے کیوں پوچھنا چاہتے ہیں اور پوچھ کر آپ بھلا کیا کریں گے ... میرا مسئلہ اتنا سیدھا نہیں۔''

''اس کا مطلب ہے ... آپ کا کوئی مسئلہ ہے اور وہ بھی

ٹیڑھا۔"

"صرف ٹیڑھا نہیں ... بہت ٹیڑھا۔"

"ٹھیک ہے ... کل ہماری بہن ساتھ آئے گی ... لیکن وہ آپ کی خاطر آئے گی۔"

"ٹھیک ہے ... اب کل ہی بات ہوگی ... کیونکہ اگر آپ دونوں یہاں کھڑے رہ کر مجھ سے بات کرتے رہیں گے تو مشکل ... یہاں گھاس پر بیٹھ کر بات کریں گے تو مشکل اور بنچ پر تو میں آپ کو اپنے ساتھ بٹھا ہی نہیں سکتی۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں۔" محمود نے فوراً کہا... پھر اس نے فاروق سے کہا۔

"آؤ فاروق چلیں۔"

دونوں جانے کے لیے مڑے ... دراصل وہ لڑکی کوئی پندرہ سال کی عمر کی تھی ... دس گیارہ سال کی تو تھی نہیں ... اس لیے یہ مسئلہ پیش آیا تھا... پھر پارک میں اس وقت خوب چہل پہل تھی ... اس پارک سے انہیں بہت محبت تھی ... اور اس سے بے شمار واقعات کا تعلق تھا۔

"سنیے!" انہوں نے اپنے پیچھے لڑکی آواز سنی۔ دونوں

حیرت زدہ سے مڑے ... لڑکی انہی کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"آپ دونوں واقعی بہت شریف ہیں ... اگر بدنیت ہوتے تو اس قدر معذرت کے انداز میں کیوں واپس مڑ جاتے ... آپ یہاں بنچ پر بیٹھ جائیں ... میں یہاں کچھ دور گھاس پر بیٹھ جاتی ہوں ... اس طرح میں آپ کی بات کا جواب دے سکوں گی اور کوئی ہمیں گھورے گا بھی نہیں۔"

"شکریہ۔" انہوں نے ایک ساتھ کہا ... پھر بنچ پر جا بیٹھے ... وہ اس وقت تک اٹھ کر کھڑی ہو چکی تھی ... دو قدم کے فاصلے پر ہی وہ گھاس پر جا کر بیٹھ گئی۔

"آپ دونوں کا مشاہدہ بہت تیز ہے، اس میں شک نہیں۔" لڑکی پہلی بار مسکرائی۔

"اللہ کا شکر ہے ... آپ کا شک دور ہوا ... مہربانی فرما کر آپ بتا دیں ... معاملہ کیا ہے۔"

عین اسی لمحے ...

ایک لمبے قد کا خوفناک سا آدمی اس لڑکی تک پہنچ گیا ... اس نے فوراً کہا۔

"ہائیں فاطمہ ... تم اور یہاں ... اور میں تمہیں کہاں کہاں

نہیں ڈھونڈتا پھرا ... چلو گھر۔"

یہ کہتے ہی اس نے لڑکی کو بازو سے پکڑ کر ایک زوردار جھٹکا دیا۔

☆☆☆

مسٹر کزن

دونوں دھک سے رہ گئے کہ یہ کیا ہوا ... وہاں تو لڑکی کا کوئی رشتے دار آگیا تھا ... انہوں نے اس لمحے لڑکی کی آنکھوں میں بے حد خوف محسوس کیا تھا... اور ان کی طرف مدد طلب نظروں سے دیکھا تھا ... یہ بات محسوس کرتے ہی وہ ان کی طرف بڑھے ... وہ لمبا چوڑا آدمی لڑکی کو پارک کے گیٹ کی طرف لے جاتا نظر آیا۔

"اے مسٹر!" محمود دوڑ کر اس کے آگے آگیا۔

"کیا بات ہے۔" اس نے کاٹ کھانے والے انداز میں کہا۔

"آپ اس لڑکی کو کہاں لے جا رہے ہیں۔"

"تم سے مطلب ... چلو بھاگو۔"

"ہم سے مطلب یہ کہ لڑکی تمہارے ساتھ نہیں جانا چاہتی ... تم کیوں زبردستی لے جا رہے ہو۔" فاروق مسکرایا۔

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا۔"

”پوچھ لیتے ہیں ... کیوں بھئی ... تم ان کے ساتھ جانا چاہتی ہو۔“

”نن نہیں۔“ اس نے فوراً کہا۔

”تم نے سنا... لہذا اب لڑکی کو چھوڑ دو ... ورنہ ہم تمہیں پولیس کے حوالے کر دیں گے۔“

”ارے واہ ... میں لڑکی کا کزن ہوں ... تم کون ہو۔“

”تم جو کوئی بھی ہو ... اگر یہ تمہارے ساتھ جانا چاہتی ہے تو ٹھیک ہے ... نہیں جانا چاہتی تو پھر تم اسے نہیں لے جا سکتے۔“

”کون روکے گا مجھے ... تم۔“ اس نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا۔

”ہاں تو اور کیا ... ہم ہی روکیں گے ... کیوں محمود۔“ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

”بالکل ہم ہی روکیں گے۔“ محمود نے فوراً کہا۔

”ایک طرف، ہٹ جاؤ ... ورنہ جان سے جاؤ گے ... اور تمہارے ماں باپ روتے پھریں گے ... یہ لڑکی گھر سے بھاگی ہوئی ہے ... بڑی مشکل سے ملی ہے۔“

”لیکن بڑی مشکل سے کیوں ... یہ تو یہاں سب کے سامنے

بیٹھی تھی ... اس نے خود کو چھپانے کی کوئی کوشش ہی نہیں کی۔“ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

”اچھا زیادہ باتیں نہ بناؤ ... تم نہیں جانتے اس لڑکی کو۔“ اس نے نفرت بھرے انداز میں کہا۔

”تو بتا دیں ... اس کے بارے میں۔“

”تم ہو کون ... میں تمہاری خاطر اپنا وقت کیوں برباد کروں۔“

”اس طرح تو پھر ہم بھی نہیں جانے دیں گے۔“

”تم یوں نہیں مانو گے ... تمہیں ایک ایک ہاتھ رسید کرنا ہی پڑے گا۔“

یہ کہہ کر اس نے ایک مکا فاروق کے سر پر مارا۔ فاروق نیچے بیٹھ گیا...

”ہائیں فاروق تم کہاں چلے گئے۔“ محمود نے بوکھلا کر کہا۔

”یہ رہا۔“ وہ کہتے ہوئے بولا۔

اسی وقت اس نے مکا محمود کی طرف دے مارا... وہ ترچھا ہو گیا...

”بے چارے کے دو مکے ضائع گئے۔“ محمود نے منہ بنایا۔

”اب کیا ہو گا ... ہم اسے اس کے مکے کہاں سے لا کر دیں

گے۔''

''تم پاگل ... تو نہیں ہو۔''

''ٹھیک پہچانا ... تم جیسوں کے لیے ہم پاگل ہی ہیں۔''

''تب پھر تم گئے کام سے۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے پنڈلی میں اڑسا ہوا خنجر ایک جھٹکے سے نکال لیا ...

''ارے باپ رے۔'' ارد گرد جمع ہونے والے افراد مارے خوف کے چلائے ... ابھی تک وہ نزدیک کھڑے اس کشمکش کو دیکھتے رہے تھے، اب خوفزدہ ہو کر ادھر ادھر ہو گئے ... ادھر اس نے ایک ہاتھ سے لڑکی کو پکڑ رکھا تھا تو دوسرے ہاتھ سے وہ خنجر کو لہرا رہا تھا ... ایسے میں اسے اچانک ایک خیال آگیا... اس نے خنجر لڑکی کی گردن پر رکھ دیا اور غرایا:

''ہٹ جاؤ ... ورنہ لڑکی کا گلا کاٹ دوں گا۔''

''ہائیں ... اپنی کزن کا گلا کاٹ دو گے ... کمال ہے۔''

یہ کہتے ہی محمود دور ہٹ گیا ... اور فاروق سے بولا ...

''چھوڑو فاروق ... اس کے سر پر خون سوار ہے ... ہم کیوں مفت میں اپنی جانیں دیں ... جب کہ یہ ان کا گھریلو معاملہ ہے ہے۔''

''نن نہیں ... نہیں۔'' لڑکی چلائی۔

''آپ ... کیا یہ آپ کا رشتے دار نہیں ہے۔''

''نہیں ... نہ یہ میرا کزن ہے۔''

''ارے ہائیں ... یار بھائی ... تم تو جھوٹ موٹ میں کزن بن رہے ہو ... بری بات ہے۔''

''کوئی پروا نہیں ... میں اس کا کزن نہ سہی ... لیکن لے کر تو اسے جاؤں گا۔''

''اب تو یہ مشکل ہے بلکہ ناممکن... وہ دیکھو کانسٹیبل حضرات چلے آ رہے ہیں۔'' محمود نے مسکرا کر کہا ... اس نے چونک کر گیٹ کی طرف دیکھا ... عین اسی لمحے اس چاقو والے کے ہاتھ پر ایک زوردار ہاتھ لگا ... چاقو ہاتھ سے نکل کر اچھلا اور محمود نے اسے کیچ کر لیا۔

''شاندار کیچ۔'' فاروق نے اس کی تعریف کی۔

''اور اب ... کیا کہتے ہو مسٹر کزن۔''

حملہ آور کا منہ مارے حیرت کے کھل چکا تھا ... اس نے لڑکی کو چھوڑا اور باہر کی طرف بھاگ نکلا۔

''لڑکی کو یہاں چھوڑ کر اس کا تعاقب کرنا مناسب نہیں ... ایسا نہ ہو ... ادھر ہم مجرم کے پیچھے چلے جائیں اور اس کا کوئی ساتھی یہاں

آ کر لڑکی کو لے جائے، اس لیے ... ہم پہلے لڑکی کی حفاظت کا انتظام کریں گے۔''

''یہی مناسب ہے۔'' فاروق نے اس کی تائید کی۔

''چلیں پھر ... آپ کو پہلے آپ کے گھر پہنچا دیں۔''

''آپ ... آپ کا شکریہ ... اور میں معافی چاہتی ہوں ... میں نے آپ کو غلط سمجھا تھا۔''

''اس کی ضرورت نہیں ... آپ بس چلیں۔''

کار پارک میں ان کی کار موجود تھی ... انہوں نے کار کا دروازہ کھولا تو لڑکی گھبرا گئی ...

''یہ ... یہ کیا ... یہ آپ کی کار ہے۔''

''جی ہاں! ہے تو ہماری ہی۔''

''لیکن میں آپ کے ساتھ کار میں نہیں جاؤں گی۔''

''ہوں ... یہ بھی ٹھیک ہے ... اچھا یہ بتائیں ... آپ کا گھر یہاں سے کتنی دور ہے۔''

''زیادہ دور نہیں ہے ... زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ کا فاصلہ ہو گا یہاں سے ... یعنی پیدل۔''

''آئیے پھر پیدل چلتے ہیں۔''

''اور آپ میرے لیے پیدل چلیں گے۔''

''کوئی مسئلہ نہیں۔''

وہ روانہ ہوئے ... لڑکی ان سے دو قدم آگے چل رہی تھی ... قد اور شکل صورت کے لحاظ سے وہ بہت اچھی تھی ... اور اس کے چہرے پر معصومیت بھی تھی ... راستے میں کچھ پوچھنا انہیں مناسب نہ لگا ... گھر تو جا ہی رہے تھے ... اور پھر لڑکی کا گھر آ گیا ... وہ بہت چھوٹا اور کچا پکا سا تھا ... اس نے پہلے تو دستک دی ... پھر اندر داخل ہو گئی ...

''آج بہت دیر لگا دی بیٹی۔''

''جی امی جان ... کچھ ایسی ہی بات ہو گئی تھی۔''

''خیر تو تھی بیٹی۔''

''امی جان! میرے ساتھ میرے دو بھائی آئے ہیں ... وہ اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔''

''کیا کہا ... دو بھائی ... یہ تم نے کیا شروع کر دیا بھئی ... میں نے کہا بھی تھا اب پارک میں نہ جایا کرو ... اپنی سہیلیوں کو گھر میں ہی بلا لیا کرو ... لیکن تم پھر چلی گئیں ... اور اب تم دو لڑکوں کو ساتھ لے کر آئی ہو ... آخر تمہیں کب سمجھ آئے گی بیٹی۔''

’’امی جان! ابھی آپ نے پوری بات نہیں سنی ... پارک میں شیرا پھر آگیا تھا۔‘‘

’’کیا !!!‘‘ اس کی والدہ نے چیخنے کے انداز میں کہا۔

’’ہاں ماں جی ... ان دونوں نے تو مجھے اس سے چھڑایا ہے ... اور اس نے خنجر نکال لیا تھا۔‘‘

’’نن نہیں۔‘‘ ماں کی خوف میں ڈوبی آواز سنائی دی۔

’’ہاں جی ... اب بتائیں ... انہیں اندر بلانا ہے یا میں انہیں دروازے سے ہی رخصت کر دوں۔‘‘

’’انہیں اندر بلا لو ... میں ساری بات تفصیل سے سننا چاہتی ہوں۔‘‘

لڑکی گئی اور دونوں کو اندر لے آئی ... اندر ایک ہی کمرہ تھا ... اور اس کے آگے چھوٹا سا صحن ... صحن میں دو چارپائیاں بچھی تھیں ... دونوں ٹوٹی پھوٹی اور بہت پرانی تھیں ...

’’السلام علیکم آنٹی۔‘‘ دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

’’وعلیکم السلام۔‘‘

انہوں نے دیکھا ... عورت ادھیڑ عمر تھی ... پچاس سال تو عمر ضرور رہی ہوگی ... تاہم وہ بہت صاف ستھری نظر آرہی تھی ... اب

دونوں ایک چارپائی پر اور وہ دونوں ماں بیٹی دوسری چارپائی پر بیٹھ گئے ...

’’پہلے تو تم پارک کی تفصیل سنا دو۔‘‘ ماں نے لڑکی سے کہا۔

لڑکی نے ساری کہانی سنا دی ... اب وہ عورت ان کی طرف مڑی ... ’’اور آپ دونوں اس سے کیا پوچھنا چاہتے تھے۔‘‘

’’یہ بہت زیادہ خاموش تھیں جیسے ان کے سر پر کوئی پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو... یہ بات محسوس کر کے ہم پریشان ہو گئے ... اور ان سے بات کرنے پر مجبور ہو گئے ... بس ایسے میں وہ غنڈا آگیا۔‘‘

’’لیکن تم بھلا اس سے کیسے بھڑ گئے ... تم لوگوں کو ڈر نہیں لگا ... اور پھر اس نے خنجر تک نکال لیا تھا ... فاطمہ کے بقول تم نے وہ خنجر تک اس کے ہاتھ سے گرا دیا تھا۔‘‘

’’یہی بات ہے آنٹی ... اللہ کی مہربانی سے ہم اس سے ڈرے نہیں تھے۔‘‘

’’اور امی جان! ان کے پاس تو اپنی کار بھی ہے۔‘‘

’’اوہو اچھا ... تب تو بیٹی یہ لوگ بہت مال دار ہیں ... ان حالات میں انہوں نے تمہاری مدد کی ... مجھے یہ اچھا نہیں لگ رہا ... خیر اب تم چلے جاؤ اور اب کبھی ادھر نہ آنا ... لوگ ہمارے بارے

میں طرح طرح کی باتیں بنائیں گے۔''

'' آپ فکر نہ کریں ... لوگ آپ کو کچھ نہیں کہیں گے ... ہم انہیں اپنے بارے میں بتا دیں گے ... لوگ ہمیں جانتے ہیں جب انہیں معلوم ہوگا کہ یہ ہم ہیں تو پھر کسی کو بھی کوئی اعتراض نہیں رہ جائے گا۔''

'' لیکن کیوں ... کیوں اعتراض نہیں کریں گے بھلا ... کیا تم لوگ کسی بہت بڑے آدمی یا پیر کے بیٹے ہو۔''

'' نہیں ... ہم انسپکٹر جمشید کے بیٹے ہیں ۔'' محمود نے جلدی سے کہا... کیونکہ اب یہ بتائے بغیر کام نہیں چلتا تھا۔

'' انسپکٹر جمشید ... اوہ ... اوہ ۔'' لڑکی اور ماں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

'' اب بتائیں ... آپ لوگ کس مشکل کا شکار ہیں ۔''

'' یہ ... یہ ایک عجیب چکر ہے ... بہت عجیب ۔'' لڑکی نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

☆☆☆

چھ ماہ پہلے

انہوں نے دیکھا ، ماں بیٹی کے چہروں پر خوف تھا ، وحشت تھی... اور ان کے چہرے سفید سے پڑگئے تھے ... ان حالات میں انہوں نے پریشانی محسوس کی ... محمود نے تو اٹھ کر دروازہ اندر سے بند کر دیا کہ کہیں یہ کسی دشمن کی وجہ سے خوفزدہ نہ ہوں ...

'' آپ پریشان نہ ہوں ... یوں سمجھ لیں ... اللہ تعالی نے آپ کی مدد کرنے کا ارادہ فرما لیا ہے ... بتائیں ، بات کیا ہے۔''

'' بات کچھ بھی نہیں ہے ... میرے بچو... بس اس بچی کا دماغ خراب ہے ۔''

'' جی ... کیا کہا آپ نے ... بات کچھ بھی نہیں ہے ۔''

'' ہاں ! آپ کو تو پتا ہی ہے ... آج کل معاشرے میں کتنی غنڈہ گردی پھیل گئی ہے ... اسے پارک میں جانے کا جنون کی حد تک شوق ہے ... میرے منع کرنے کے باوجود اور وہاں غنڈہ قسم کے

لوگوں کی آمدورفت کے باوجود ... یہ وہاں جانے سے باز نہیں آتی ..
بس یہ ہے اس کی بے وقوفی۔''

اسی لمحے لڑکی کا سر ہلنے لگا ... گویا وہ کہنا چاہ رہی تھی ...
نہیں ... یہ بات نہیں ہے ... یہ تو اس کی ماں بات بنا رہی ہے ...
دونوں نے اس بات کو فوراً ہی محسوس کرلیا ... چنانچہ محمود نے کہا۔

''دیکھیے آنٹی ! ہم آپ کی مدد کرنے کی خواہش لے کر یہاں
آئے ہیں ... لیکن اگر آپ ہمیں حقیقت ہی نہیں بتائیں گے تو بھلا ہم
مدد کیسے کریں گے ... آپ ان حملہ آوروں سے نہ ڈریں ... بات
بتائیں۔''

''کیسے نہ ڈریں ... انہوں نے تو ہمارا جینا حرام کر رکھا ہے۔''

''یہی ہم چاہتے ہیں ... آپ کا جینا حلال ہو جائے۔'' فاروق
مسکرایا۔

''آپ دونوں ہمارے پاس ہر وقت تو رہیں گے نہیں ... وہ
کسی وقت بھی آکر ہمیں نقصان پہنچا سکتے ہیں ... پولیس بھی ہماری کوئی
مدد نہیں کر رہی ... ہم تو ہر طرف سے مایوس ہو چکے ہیں۔''

''مایوسی گناہ ہے۔''

''ہاں ! لیکن یہاں ہم دونوں ماں بیٹی کے سوا کوئی گھر میں

نہیں ... یعنی کوئی مرد نہیں ... محلے کو اور محلے کے لوگوں کو آپ نے
دیکھ ہی لیا ہو گا ... کتنے غریب ہیں ... یہ لوگ بھی ہماری مدد کرنے
کے قابل نہیں ... ان حالات میں ہم نے بس یہی سوچا ہے ...
خاموش رہیں گے۔''

''اس طرح آپ تمام زندگی خوف کی حالت میں گزاریں گے
... آپ کی خدمت میں اتنا عرض کیے دیتے ہیں ... ہم مجرموں کو ان
کے انجام تک پہنچا کر رہیں گے انشاء اللہ ... اور کوئی کارروائی کرنے
سے پہلے آپ کی حفاظت کا ایسا انتظام کریں گے کہ آپ خود بھی
بے فکری محسوس کرتی نظر آئیں گی۔''

''امی جان ! آپ انہیں بتا دیں ... میرا دل کہہ رہا ہے ... یہ
ہماری مدد کریں گے۔'' ایسے میں بیٹی بول پڑی۔

ماں نے ایک نظر اس پر ڈالی ... آخر کہنے لگی :

''اچھا اللہ مالک ہے ... میں آپ دونوں کو اپنی مصیبت کی
کہانی سنا دیتی ہوں ... پھر جو ہوگا ... دیکھا جائے گا۔''

''اللہ بہتر کرے گا۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''میری بچی کے باپ کو قتل کر دیا گیا ہے۔''

''کیا !!!'' مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔

''ہاں ! یہی بات ہے ...'' ماں نے کہا۔

اور پھر وہ دونوں رونے لگیں ... اب تو محمود اور فاروق پریشان ہوگئے ... اس بات کی تو انہیں ایک فیصد بھی امید نہیں تھی وہ تو اس خیال میں تھے کہ کوئی ظالم اور بدنیت شخص انہیں پریشان کر رہا ہے ... وہ کچھ دیر انہیں روتے دیکھتے رہے ... یہی بہتر تھا کہ وہ رولیں ... اس طرح دل ہلکا ہو جاتا ... پھر کچھ دیر بعد خاتون نے کہا۔

''میرے خاوند ایک کارخانے میں کام کرتے تھے ... ایک صبح وہ کام پر گئے تو شام کو واپس نہ آئے ... ہمارے پاس موبائل تو ہے نہیں ... مگر ان کے پاس تھا ... ہم نے ایک پڑوسی سے کہہ کر ان کے موبائل پر کال بھی کی مگر ان کا نمبر مستقل بند جا رہا تھا، اب کیا کرتے ... سوائے انتظار کے کچھ بھی نہ کر سکے ... یہاں تک کہ رات ہوگئی ... اس وقت ہم نے ایک پڑوسی سے درخواست کی۔ وہ بے چارہ اپنی سائیکل پر بیٹھ کر کارخانے گیا ... کارخانے کے دروازے پر چوکیدار موجود تھا ... اس نے اسے بتایا کہ کارخانے کا ملازم عبدالشکور ابھی تک گھر نہیں پہنچا جب کہ وہ روزانہ شام کو پانچ بجے گھر آ جاتا ہے ... چوکیدار نے ایک آدمی اندر بھیجا کہ وہ پتا کرے ... معلوم ہوا، عبدالشکور مزدوروں میں شامل تھا ... اور اس شام بھی وہ اپنے

وقت پر چار بجے یہاں سے چلا گیا تھا ... مطلب یہ تھا کہ وہ کارخانے میں نہیں تھا ... ہمارے پڑوسی نے جب آکر یہ بات بتائی تو ہم اور زیادہ پریشان ہوگئے ... لیکن اب کیا کرتے ... ہمارے جو دو چار رشتے دار شہر میں رہتے ہیں ہم نے انہیں اطلاع دی ... وہ آگئے ... اب انہوں نے ادھر ادھر تلاش کرنا شروع کیا ... لیکن کہیں کوئی پتا نہ چلا ... دوسرے دن میں چند محلے داروں کے ساتھ اپنے علاقے کے تھانے میں گئی ... تھانے دار نے ساری بات سنی ... اور یہ کہہ کر ہمیں واپس بھیج دیا کہ گم شدگی کی رپورٹ درج کر کے تلاش شروع کراتے ہیں ... ہم واپس چلے آئے ... پھر اسی روز تھانے سے ایک کانسٹیبل آیا ... اور ہم دونوں کو گورنمنٹ ہسپتال کے مردہ خانے میں لے گیا ... وہاں سر سے پیر تک کپڑے سے ڈھانپی ایک لاش موجود تھی ... تھانے دار نے ہماری رپورٹ کی وجہ سے ہمیں بلوایا تھا ... ورنہ وہ اس لاش کو ہسپتال کے مردہ خانے میں بھجوانے والا تھا ... لاش پولیس کی گاڑی میں ہی موجود تھی ... وہ ہمیں دکھائی گئی ... وہ لمحہ ہماری زندگی کا شاید سب سے زیادہ دردناک لمحہ تھا ... سب سے زیادہ غم ناک تھا وہ میری بچی کے والد کی لاش تھی ... تھانے دار نے بتایا ... کسی نے انہیں گلا گھونٹ کر مارا ہے ... اس کے بعد ہم پر کیا بیتی ... کیسے

بتاؤں... بہر حال لاش کو پہلے پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوایا گیا... پھر
ہمیں دیا گیا... محلے داروں کی مدد سے ہم نے انہیں دفن کیا... یہ
ہے ہماری کہانی... جس کارخانے میں وہ کام کرتے تھے... وہاں یہ
خبر دی گئی... بلکہ میں خود وہاں گئی تھی... کارخانے کے مالک نے
ہمدردی کا اظہار کیا اور تقریباً بیس ہزار روپے مجھے دیے... وہ اس
نے مدد کے طور پر نہیں دیے تھے... بلکہ کارخانے کے طریقے کے
مطابق ہر ماہ کام کرنے والوں کی تنخواہ میں سے کچھ رقم اس کے حساب
میں رکھ لی جاتی ہے... جو اس کے ملازمت سے فارغ کیے جانے پر
اسے دی جاتی ہے... ان کے صرف بیس ہزار روپے ہی جمع تھے...
وہ اس نے دے دیے... میں لے کر چلی آئی... وہ دن اور آج کا
دن... پولیس نے اس سلسلے میں ہمارے خیال میں تو کوئی کارروائی
نہیں کی... میں عورت ذات ہوں... تھانے جاتے ہوئے گھبراتی ہوں
اس لیے صبر کر کے بیٹھ گئی... آج اس واقعے کو چھ ماہ ہو گئے ہیں۔''
یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔

''ان کی عمر اور ان کے بارے میں باقی تفصیلات وغیرہ جو
آپ بتا سکتی ہیں، بتا دیں۔''

''ان کی عمر 40 سال تھی... میرے والد ان کے سگے چچا تھے

... وہ بھی ایک مزدور تھے اور عبدالشکور صاحب کے والد بھی مزدور تھے
... دونوں کافی مدت پہلے فوت ہو چکے ہیں... ہماری مائیں بھی فوت
ہو چکی ہیں... اب آپ خود سوچیں... ایک مزدور سے کسی کو کیا دشمنی
ہو سکتی ہے۔''

''وہ ہم سوچ لیں گے... آپ کا نام۔''

''میرا نام زینب ہے... میری بچی کا نام فاطمہ۔''

''آپ وہ تاریخ بتا سکتی ہیں... جس دن یہ واردات ہوئی۔''

''جی ہاں... وہ چھ نومبر کا دن تھا جب ہم نے لاش دیکھی۔''

''لاش ملی کہاں سے تھی۔''

''تھانے دار صاحب نے بتایا تھا... جنگل میں سے ملی تھی...
صبح سیر کرنے کے لیے جانے والوں نے دیکھی تھی اور تھانے میں آکر
بتایا تھا... اس طرح وہاں پولیس گئی اور لاش اٹھا کر لے آئی۔''

''پوسٹ مارٹم کے بعد پولیس نے ان کا سامان واپس کر دیا
ہوگا... تو کیا اس سامان میں ان کا موبائل فون نہیں تھا۔'' محمود
نے پوچھا۔

''نہیں... موبائل ہمیں نہیں ملا اور نہ ہم نے اس بارے میں
سوچا... اور نہ کسی سے پوچھا... ہماری تو کیفیت آپ سمجھ سکتے ہیں کیا

چل رہی تھی۔''

''یہ تو آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں ! اچھا ایک بات سمجھ میں نہیں
آئی ... آپ کی بچی نیشنل پارک میں کیوں جاتی ہے ... اور یہ شیرا
کون ہے۔''

''ہاں شیرا ... وہ ہمارا دور پار کا رشتے دار ہے ... یہاں
سے کچھ فاصلے پر رہتا ہے ... میرے شوہر ابھی زندہ تھے جب اس
نے پہلی بار ہمارے گھر آکر میری بچی کا رشتہ مانگا تھا ... یہ تو ابھی
ویسے بھی چھوٹی ہے ... میرے شوہر نے فوراً انکار کر دیا ... کیونکہ اس
کا چال چلن اچھا نہیں ہے ... اس کا اٹھنا بیٹھنا بھی اچھے لوگوں کے
ساتھ نہیں ہے ... اس کے بعد وہ پھر ہمارے گھر میں نہیں آیا ... البتہ
پارک میں ایک دو بار ضرور نظر آیا ہے ... فاطمہ کو ... جب فاطمہ نے
مجھے یہ بات بتائی تو میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اب وہ پارک میں
نہ جایا کرے ،لیکن یہ بھی پارک کے بغیر نہیں رہ سکتی ... میں کیا کروں
... جب روکتی ہوں تو رونے لگتی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں
میں آنسو آگئے۔

''لیکن کیوں ... پارک میں جانا ان کی مجبوری کیوں ہے۔''

''بچپن سے ہی اسے سبزہ زاروں سے دیوانگی کی حد تک لگاؤ

ہے ... ہمارے حالات تو ایسے ہیں نہیں کہ گھر میں پودے لگا سکیں ، نہ
اتنی جگہ ہے ... اس نے میٹرک کیا ہے ... آگے میں نے نہیں پڑھایا
... نہ پڑھانے کی طاقت ہے... اسکول جانا چھوڑا تو اسکول کا پارک
یاد آنے لگا ... بچپن میں یہ اپنے والد کے ساتھ اس پارک میں بھی
جاتی تھی ... اب جب اسکول چھوٹ گیا تو مجھ سے کہنے لگی ... نیشنل
پارک ہو آیا کروں ... نزدیک تو ہے ... پھر وہاں بہت بچیاں آتی
ہیں ... باپ کی موت نے اسے ویسے ہی ذہنی مریض بنا دیا ہے ...
بس اس لیے اجازت دے دیتی ہوں کہ چلو ... اس کا دل بہل جایا
کرے گا... لیکن اب جب کہ آج شیرے کی حرکت سامنے آئی ہے تو
اب نہیں جانے دوں گی۔''

''آپ کیا نہیں جانے دیں گے ... میں خود ہی نہیں جاؤں گی
امی۔''

''ہوں ... حالات معلوم ہوگئے ... اب ہم شیرے کا بھی
انتظام کر لیں گے اور آپ کے لیے پارک کا بھی۔''

''جی ... کیا مطلب ... پارک کا انتظام ... کیا پارک کا بھی
انتظام ہو سکتا ہے۔'' فاطمہ نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں ! کیوں نہیں ... ہمارے ایک عزیز کا مکان اس وقت

بالکل فارغ پڑا ہے... وہ فروخت نہیں کرنا چاہتے ... اور نہ کرائے پر دینا چاہتے ہیں... لیکن وہ رہنے کے لیے آپ کو دے سکتے ہیں ... کرایہ بھی نہیں لیں گے... وہاں آپ رہیں گی بھی محفوظ ... ٹیلی فون کی سہولت بھی وہاں موجود ہے ... اس کے علاوہ ہم آپ کو ایک موبائل بھی دیں گے ... تاکہ آپ ہمیں حالات سے باخبر رکھیں ... کل کسی وقت ہم یہاں آئیں گے اور آپ کو وہ مکان دکھائیں گے ... آپ کی مرضی بن گئی تو آپ دونوں کو وہاں بھجوا دیں گے ۔''

''اور آپ ... یہ سب ہمارے لیے کریں گے ۔'' زینب کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی ۔

''جی ہاں ! اس لیے کہ اللہ کی مہربانی سے ہم ایسے کام کرتے ہی رہتے ہیں ... اب ہم چلتے ہیں ... کل آئیں گے ۔''

''آپ دونوں کا بہت بہت شکریہ ۔''

''دروازہ اندر سے بند کر کے رکھیں ... شیرا آئے تو دروازہ نہ کھولیں اور ہمیں فون کر دیں ۔''

''آپ کو فون کر دیں ۔'' مارے حیرت کے فاطمہ نے کہا۔

''ارے ہاں ... فی الحال آپ یہ موبائل رکھ لیں ... اس میں محمود ، فرزانہ اور ہمارے والد کے نمبر موجود ہیں ... کسی بھی نمبر پر

فون کر دیں ... ہم یہاں آجائیں گے ... یہ فون آپ کل تک رکھ لیں ... کل ہم آپ کو آپ کا موبائل دے دیں گے ۔''

''ہمارا موبائل ۔'' مارے حیرت کے ان دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

''ہاں بس ! آپ زیادہ حیران نہ ہوں ۔''

اور پھر فاروق نے اپنا موبائل انہیں دے دیا ... اپنے گھر کے نمبر بھی نکال کر انہیں دکھا دیئے ... موبائل سے فون کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا ... بلکہ ان سے کہا...

''ہمارے سامنے آپ نمبر ڈائل کریں ۔''

فاطمہ نے فوراً ہی نمبر ڈائل کر کے دکھا دیا ... اس کا مطلب تھا... وہ طریقہ سمجھ گئی تھیں ...

اب وہ وہاں سے رخصت ہوئے ... لیکن ابھی پارک تک نہیں پہنچے تھے کہ محمود کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی ...

☆☆☆

کوئی ہے

انہوں نے چونک کر دیکھا ... اسکرین پر فاروق کا نام تھا ... گویا اس کے موبائل سے فون کیا گیا ... محمود نے فون کا بٹن دبا دیا اور بولا۔

''خیر تو ہے۔''

''خیر نہیں ہے ... ہمارے دروازے پر کچھ لوگ ہیں ... وہ کہہ رہے ہیں ،دروازہ کھولو۔''

''ہوں ... آپ دروازہ نہ کھولیں ... ہم آرہے ہیں ... تین یا چار منٹ لگیں گے۔''

''جی اچھا!''

اور پھر انہوں نے واپس دوڑ لگا دی۔

''آپ ساتھ ساتھ بتاتی رہیں۔'' محمود نے موبائل میں کہا۔

''اچھی بات ہے ... بس وہ تھوڑے تھوڑے وقفے سے دستک

دے رہے ہیں... اور کہہ رہے ہیں ... دروازہ کھولو ... ہمیں ضروری بات کرنی ہے۔''

''ہوں ... گھبرائیں نہیں۔''

اب وہ چلنے کی بجائے تقریباً دوڑ رہے تھے ... آخرکار وہ ان کے دروازے پر پہنچ گئے ... لیکن وہاں باہر کوئی نہیں تھا۔

''یک دم ان کے دروازے پر نہیں پہنچ جانا چاہیے ... ان لوگوں کے جوتوں کے نشانات موجود ہوں گے۔'' محمود نے جلدی سے کہا۔

''ٹھیک ہے ... پہلے اندر کی خیریت معلوم کر لیں ... کہیں وہ کسی طرح اندر نہ چلے گئے ہوں۔'' فاروق نے کہا۔

محمود نے سر ہلا دیا اور پھر پوچھا...

''اندر کیا حالات ہیں۔''

''کیوں ... یہ کیوں پوچھ رہے ہیں آپ۔''

''یہاں دروازے پر کوئی نہیں ہے ... ہم نے سوچا، کہیں وہ کسی طرح اندر تو نہیں چلے گئے۔''

''نہیں ! اللہ کا شکر ہے ... ایسی کوئی بات نہیں۔''

''اچھی بات ہے ... پہلے ہم دروازے پر کچھ کام کریں گے

... یعنی دو منٹ بعد اندر آئیں گے ... ابھی آپ دروازہ نہ کھولیں۔''

''اچھی بات ہے۔''

''کیا خیال ہے فاروق ... انکل اکرام کو نہ بلالیں۔''

''میرے ذہن میں ایک اور بات آئی ہے۔''

''اور وہ کیا۔''

''اب ان لوگوں سے دو دو ہاتھ کر ہی لیے جائیں ... اس وقت شاید ہمیں دیکھ کر بھاگ گئے ہیں ... لیکن ظاہر ہے ... یہ خیال کر کے کہ ہم چلے گئے ہیں ... پھر آئیں گے۔''

''تب پھر ...'' محمود نے پوچھا۔

''پہلے نشانات محفوظ کر لیتے ہیں ... پھر اندر چلتے ہیں۔''

''او کے۔''

انہوں نے ایسا ہی کیا ... تھوڑی دیر بعد وہ اندر موجود تھے اور دروازہ اندر سے بند کر لیا گیا تھا ...

''اب ہم ان سے بات کر کے ہی یہاں سے جائیں گے ... معلوم تو ہو ... یہ کون لوگ ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔''

''آپ کا مطلب ہے ... آپ ہمارے ساتھ یہیں ٹھہریں گے۔'' زینب نے خوش ہو کر کہا۔

''ہاں! اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ... ویسے اگر آپ کو ڈر لگ رہا ہے تو ہم آپ دونوں کو اپنے گھر بھجوا دیتے ہیں ... وہاں آپ دونوں اللہ کی مہربانی سے بالکل محفوظ ہوں گے۔''

''اس طرح آپ کی والدہ پریشان تو نہیں ہوں گی۔''

''پریشان ... وہ تو خوش ہوں گی ... اس قسم کے کام کر کے وہ خوش ہوتی ہیں۔''

''جیسے مناسب سمجھیں کر لیں ... ویسے اب ہمیں یہاں بہت ڈر لگنے لگا ہے ... جب آپ چلے گئے تھے تو اسی وقت ڈر شروع ہو گیا تھا ... اتنے میں دروازے پر دستک شروع ہو گئی ... پھر تو اور بھی ڈر لگا ... شکر ہے، آپ موبائل دے گئے تھے ... ورنہ نہ جانے ہمارا کیا حال ہوتا۔''

''اچھی بات ہے ... ہم ابھی۔''

محمود کے الفاظ درمیان میں رہ گئے ... اسی وقت موبائل کی گھنٹی بجی تھی ... انہوں نے دیکھا ... فون فرزانہ کا تھا ... وہ مسکرا دیے ... دراصل ان کے گھر پہنچنے کا وقت گزر چکا تھا ... لہٰذا فرزانہ جانا چاہتی تھی ... وہ کہاں رہ گئے ہیں ... اس نے بٹن دبایا تو فوراً دوسری طرف سے آواز آئی:

''آج پارک میں کسی نے پکڑ لیا کیا؟''

''تمہارا اندازہ بالکل درست ہے۔'' محمود نے کہا۔

''اچھا... کس نے پکڑ لیا۔'' اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ایک عدد کیس نے۔''

''اوہو... اچھا... کمال ہے۔''

''کمال کی تو خیر اس میں کوئی بات نہیں... کیونکہ کیس تو ہمیں ملتے ہی رہتے ہیں۔''

''اس وقت کیا مسئلہ ہے۔''

''دو مظلوم ماں بیٹیوں کا مسئلہ ہے... انہیں گھر بھجوا رہے ہیں... تفصیل ان سے معلوم ہو جائے گی۔''

''بھجوا رہے ہیں... گویا تم ساتھ نہیں آ رہے۔''

''نہیں... ہم ان کے گھر میں ٹھہر کر ان کے دشمنوں کا انتظار کرنا چاہتے ہیں... تاکہ پتا چلے... مسئلہ ہے کیا۔''

''لیکن تم انہیں کس کے ہاتھ بھجوا رہے ہو۔''

''انکل اکرام کو فون کر رہا ہوں۔''

''خوب... میں بے چینی سے انتظار کروں گی۔''

''شوق سے کرلو... ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔'' محمود نے کہا۔

اور پھر فون بند کر کے اس نے سب انسپکٹر اکرام کے نمبر ملائے... جلد ہی اس کی آواز سنائی دی۔

''صبح صبح خیر تو ہے۔''

''صبح صبح انکل... کیا کہہ رہے ہیں۔''

''اوہ... یونہی منہ سے نکل گیا... یہ تو شام کا وقت ہے۔'' اکرام ہنسا۔

''جی ہاں! انکل... نیشنل پارک کے قریب... گڑبڑ ہے... آپ ذرا کسی کو وہاں بھیج دیں... ہمیں دو خوفزدہ خواتین کو اپنے گھر بھیجنا ہے۔''

''دو خوفزدہ خواتین۔'' اس نے حیران ہو کر کہا۔

''جی ہاں! بس یہی بات ہے۔''

''اچھی بات ہے... میں خود ہی آجاتا ہوں۔''

''یہ تو اور اچھی بات ہے...'' محمود نے خوش ہو کر کہا۔

اور پھر پندرہ منٹ بعد اکرام وہاں پہنچ گیا... دونوں اسے اندر لے آئے... اسے مختصر طور پر حالات سنائے... تب اس نے کہا۔

''اور تم یہیں رکو گے... لیکن بھلا اب وہ کیوں یہاں آئیں گے... اگر وہ تم دونوں کو دیکھ کر بھاگے ہیں... تب تو یقین جانو...

اب وہ نہیں آئیں گے۔''

''ہم کم از کم آج رات یہاں گزارنا چاہتے ہیں ... ہو سکتا ہے، وہ ہمیں دیکھ کر بھاگ گئے ہوں ... لیکن وہ یہ کیسے سوچ لیں گے کہ ہم یہاں ٹھہر گئے ہیں اور ان ماں بیٹیوں کو یہاں سے کہیں اور بھیج دیا ہے ... لہذا ہم یہاں ٹھہریں گے۔''

''اچھی بات ہے یونہی سہی ... میں انہیں گھر پہنچا دیتا ہوں۔''

انہوں نے سر ہلا دیئے اور اکرام ان دونوں کو جیپ میں لے کر چلا گیا... اس وقت پھر فرزانہ کا فون آگیا... محمود نے کہا۔

''انکل اکرام کے ساتھ ان دونوں کو بھیج دیا ہے ... لیکن مجرموں کا استقبال کرنے کے لیے آج رات یہاں ٹھہریں گے ... ہاں رات میں وہ نہ آئے تو صبح گھر آجائیں گے ... کیونکہ اس صورت میں یہ بات واضح ہو جائے گی کہ انہوں نے خطرہ محسوس کر لیا ہے۔''

''تب پھر میں بھی یہاں آجاتی ہوں ... تم دونوں ڈرو گے۔''

''ڈرتی ہے ... ہماری جوتی۔'' محمود نے جل کر کہا۔

''لیکن تم جوتی، کب پہنتے ہو ... تم تو جوتے پہنتے ہو۔'' فرزانہ ہنسی۔

''ہے کوئی تک۔'' محمود جھلا کر بولا۔

''پتا نہیں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''کیا پتا نہیں۔''

''یہ کہ تک ہے یا نہیں۔''

''توبہ ہے تم سے... تم جانو ... تمہارا کام جانے۔'' یہ کہہ کر فرزانہ نے فون بند کر دیا۔

رات گئے تک وہ جاگتے رہے ... پھر محمود نے نیند شدت سے محسوس کی تو اس نے کہا۔

''اب میں ایک ڈیڑھ گھنٹے کے لیے سو لوں ... پھر تم سو جانا۔''

''بے فکر ہو کر سو جاؤ۔''

محمود کے سو جانے کے بعد فاروق کو خیال آیا ... کہ انہوں نے تو اس گھر کی چیزوں کو دیکھا بھالا ہی نہیں ... کیا خبر فاطمہ کے والد کی کوئی تصویر مل جائے ... کوئی اور چیز مل جائے ... جس سے اس معاملے پر کوئی روشنی پڑ سکے ... آخر عبدالشکور کا جو قتل ہوا ہے ... بلا وجہ تو نہیں کیا ہوگا ... کوئی تو وجہ ہو گی ... بس اس خیال کا آنا تھا کہ اس نے گھر کی تلاشی شروع کر دی ... ایک کمرے کے گھر کی تلاشی لینا کون سا مشکل کام تھا ... اسی کمرے میں محمود چارپائی پر گہری نیند سو رہا تھا ... اسی کمرے میں ایک الماری تھی ... اس میں کچھ پرانی

کتابیں ترتیب سے لگی ہوئی تھیں ... کچھ پرانے کاغذات بھی نظر آئے ... اور عبدالشکور کی دو تین تصاویر بھی مل گئیں ... ایک پرانی کاپی میں جگہ جگہ کچھ لکھا نظر آیا ... اس نے سوچا ... اس کاپی میں لکھی تحریروں کو پڑھ کر دیکھا جائے ... کیا خبر کوئی کام کی بات مل جائے ... نہ بھی ملی تو رات تو گزرے گی ... یہ سوچ کر اس نے اس نوٹ بک کی ورق گردانی شروع کر دی ... اس نوٹ بک سے فاروق کو معلوم ہوا کہ عبدالشکور ان پڑھ نہیں تھا ... میٹرک تو اس نے ضرور کیا تھا ... اس کے بعد غربت کی وجہ سے شاید تعلیم جاری نہیں رکھ سکا ... اور کسی دفتر میں ملازمت نہ ملنے کی وجہ سے اس نے کسی کارخانے میں ملازمت کر لی ... اس نوٹ بک میں اس نے اپنی تنخواہ اور خرچ وغیرہ کے حساب کتاب بھی لکھ رکھے تھے ... اور بس ... اس میں اور کوئی خاص بات نہیں تھی ... فاروق نے مایوسانہ انداز میں منہ بنایا ...

اب وہ اس صندوق کی طرف بڑھا جو الماری کے باہر فرش پر اینٹیں رکھ کر رکھا گیا تھا ... اس پر کوئی تالا نہیں تھا ... اس نے صندوق کا ڈھکنا اٹھایا ... اس میں عبدالشکور کے کپڑے نظر آئے ... غالباً اس کے قتل کے بعد بھی بیوی اور بیٹی نے وہ کپڑے کسی کو دیے نہیں تھے ... نشانی کے طور پر اپنے پاس رکھنا چاہتی ہوں گی ... اس

نے ایک ایک کر کے کپڑے صندوق میں سے نکالنے شروع کیے ... ساتھ میں کپڑوں کی جیبوں کی تلاشی بھی لیتا رہا ... کہ شاید کسی جیب سے کچھ مل جائے ... آخر ایک جیب میں اسے ایک کاغذ کا احساس ہوا ... اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا ... اور کاغذ کو نکال لیا ... وہ تہہ کیا گیا کاغذ تھا ... اس نے اس کی ایک تہہ کھولی ... پھر دوسری ... اس میں سے ایک موبائل کا میموری کارڈ برآمد ہوا ... عین اس وقت چھت پر آہٹ ہوئی ... اس کے کان کھڑے ہو گئے ... اس نے میموری کارڈ کو کاغذ میں رکھا اور کاغذ فوراً تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا ... اور محمود کو کندھے سے پکڑ کر ہلایا ... اس نے فوراً آنکھیں کھول دیں... فاروق نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا ... پھر سرگوشی کی ... ''اوپر کوئی ہے۔''

''اوہ!'' دبے انداز میں محمود کے منہ سے نکلا...اور محمود نے فوراً اپنا موبائل نکالا اور اکرام کو کال ملا دی۔

عین اسی لمحے انہوں نے زینے کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی...

فائر کی طاقت

دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، کیونکہ خطرہ سر پر آگیا تھا... انہوں نے فوراً چھپنے کی جگہ کی تلاش میں نظریں گھمائیں... لیکن وہاں چھپنے کی کوئی جگہ نہیں تھی... کمرے کا دروازہ وہ ضرور بند کر سکتے تھے... لیکن حملہ آور دروازہ توڑ سکتے تھے یا کوئی اور کام دکھا سکتے تھے... لہذا انہوں نے سوچا، آنے والوں سے دو دو ہاتھ ہی کر لیے جائیں... اس طرح یہ بھی تو معلوم ہو جائے گا کہ آخر یہ چکر کیا ہے... زینب کے شوہر کو آخر کس لیے قتل کیا گیا ہے... اس بے چارے کا قصور کیا تھا... ایک مظلوم عورت اور اس کی بیٹی ان کی وجہ سے کس مصیبت میں ہیں...

پھر اس سے پہلے کہ حملہ آور صحن میں آجاتے... وہ کمرے کے دروازے کے ساتھ دیوار سے لگ کر کھڑے ہوگئے... پستول انہوں نے ہاتھ میں لے لیے تھے... محمود دروازے کے دائیں طرف تھا تو

فاروق بائیں طرف... پھر انہوں نے محسوس کیا کہ حملہ آور صحن میں آگئے ہیں...

''کمرے کا دروازہ کھلا ہے... اس کا مطلب ہے... وہ خطرہ بھانپ کر باہر نکل گئے۔'' ایک کی آواز سنائی دی۔

''لیکن دروازہ تو اندر سے بند ہے۔''

''تب پھر وہ کہاں گئے... ٹھہرو۔''

اس کے ساتھ ہی ان میں سے دو کمرے میں آئے...

''خبردار ہاتھ اوپر اٹھا دو... ورنہ چھلنی بنا دیں گے۔'' محمود نے سرد آواز میں کہا۔

دونوں بوکھلا کر ان کی طرف مڑے... ادھر ان کے پاس بھی پستول تھے...

''پستول تو پھر ہمارے پاس بھی ہیں۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''اچھی بات ہے... پہلے تم فائر کرو... اپنے فائر کی طاقت آزما لو۔''

''کک... کیا کہا... فائر کی طاقت۔'' ایک نے حیران ہو کر کہا۔

'' اگر فائر کی طاقت نہیں آزمانا چاہتے تو اپنے بازو کی طاقت آزما لو۔'' فاروق مسکرایا۔

'' کیا بات کرتے ہو۔''

'' مطلب یہ کہ جس طرح چاہو ہم سے دو دو ہاتھ کر لو۔''

'' باہر صحن کی طرف دیکھو ... ہم صرف دو نہیں ہیں۔'' دوسرا غرایا۔

'' باہر تم دیکھ تو رہے ہو ... دیکھ کر بتا دو ... باہر تمہارے کتنے ساتھی ہیں۔''

'' چار اور ہیں ... گویا تم دو کے مقابلے میں ہم چھ ہیں ... ہم سب کے پاس پستول ہیں اور یہ سب پستول بھرے ہوئے ہیں ... اور تم صرف دو ہو۔''

'' ہاں ہاں سن لیا ... اور جان لیا کہ ہم صرف دو ہیں ... لیکن تم ایک بات نہیں جانتے۔'' فاروق مسکرایا۔

'' اور وہ کیا؟''

'' اور وہ یہ کہ ... ایک اور ایک گیارہ ہوتے ہیں ... اس کے علاوہ تم ایک بات اور بھی نہیں جانتے۔''

'' اور وہ کیا۔'' اس نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

'' تم لوگوں کی آمد سے ذرا دیر پہلے ہی ہم نے خطرہ محسوس کر لیا تھا ... اور اپنے انکل کو فون کر دیا تھا ... لہذا وہ بھی آتے ہی ہوں گے اور اکیلے تو وہ بھی نہیں آئیں گے۔'' محمود نے ہنس کر کہا۔

'' تو کیا آندھی اور طوفان کو ساتھ لائیں گے۔''

'' آندھی اور طوفان کو ساتھ لانا بھی ان کے لیے کوئی مشکل کام نہیں... لیکن ... وہ اس موقعے پر آندھی اور طوفان کی ضرورت محسوس نہیں کریں گے ... ہم دراصل یہ کام موقعے اور محل کے مطابق کرتے ہیں ... تمہیں موقعے اور محل کا تو اندازہ ہوگا۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

'' فضول باتیں کر کے ...''

'' ایک منٹ ... پہلے دروازہ کھول کر دیکھ لو ... اگر باہر پولیس موجود نہ ہو ... تو ہم جھوٹے ہیں ... ورنہ سچے تو ہم ثابت ہو ہی جائیں گے ... تمہارے چہروں پر بھی بارہ بج جائیں گے۔''

'' چینے ... دروازہ کھول دو ... یہ بلاوجہ ادھر ادھر کی ہانک رہے ہیں۔''

'' اچھا استاد۔'' صحن کا ایک ساتھی بولا۔

'' کیا نام لیا ... چینا۔''

'' ہاں ! یہ چینا ہے ... اچھے اچھوں کو ناچ نچا دیتا ہے۔''

'' ارے تو یوں کہو نا ڈانسر ہے۔ '' فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

'' فکر نہ کرو ... ابھی چوکڑیاں بھول جاؤ گے۔''

'' چلو کوئی بات نہیں ... ہم پھر یاد کر لیں گے ... اگر ہم سکول میں پہاڑے یاد کر سکتے ہیں تو چوکڑیاں کیوں بھول جائیں گے بھلا۔''

اتنے میں چینے نے دروازہ کھول دیا ... فوراً ہی انہوں نے آواز سنی۔

'' السلام علیکم۔''

'' دیکھا ہم نے سچ کہا تھا نا... باہر ہمارے انکل موجود ہیں۔''

'' یہ سب کیا ہے ... باہر تو کہیں پولیس نظر نہیں آ رہی ... ہاں چند افراد ضرور موجود ہیں ... '' صحن میں سے ایک نے کہا۔

'' اب ان بے وقوفوں کو کون بتائے انکل کہ سادہ لباس والے وردیوں میں نہیں ہوتے ... '' فاروق نے جل کر کہا۔

'' تم۔'' اکرام نے فوراً کہا۔

'' تم کیا انکل۔''

'' میرا مطلب ہے ... تم بتا دو انہیں۔''

'' حد ہو گئی انکل ... آپ بھی اب مذاق کرنے لگے۔''

'' نن ... نہیں تو۔''

'' کیا نہیں تو۔''

'' میں نے مذاق تو نہیں کیا۔''

'' اچھا کیا آپ نے بتا دیا، ورنہ ہم تو اسے مذاق ہی خیال کرتے رہتے۔''

'' اچھا بھئی ... اب بات صاف اور سیدھی یہ ہے کہ تم لوگ سیدھی طرح خود کو قانون کے حوالے کر دو ... اور یہ جو تمہارے ہاتھوں میں کھلونے ہیں نا ہم لوگ ان سے ڈرنے والے نہیں ہیں ... تم لوگ دراصل اس وقت انسپکٹر جمشید پارٹی سے بھڑ گئے ہو اور یہی تمہاری سب سے بڑی بے وقوفی ہے ... کم سے کم ہم سے تو نہ بھڑتے اور تھوڑے ہیں دنیا میں ... جن سے دن رات بھڑا جا سکتا ہے۔'' اکرام جلدی جلدی کہتا چلا گیا۔

'' حد ہو گئی انکل ... آپ نے تو سو فیصد ہمارا انداز اپنا لیا ہے ... یہ کوئی اچھی بات تو نہیں ہے۔''

'' چلو بری سہی ... بات تو ہے۔'' اکرام ہنسا۔

'' اب آپ کو کون سمجھائے انکل۔''

'' یہ تھوڑے سے لوگ موجود ہیں یہاں ... سمجھ لیں گے

خود بخود آہستہ آہستہ۔''

آخر اکرام کے ماتحتوں نے ان سے ہتھیار رکھوا لئے اور انہیں ہتھکڑیاں پہنا دیں۔

''اب کیا کرنا ہے ان کا۔'' اکرام نے پوچھا۔

''اچار ڈال لیتے ہیں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''کوئی فائدہ نہیں۔'' ان میں سے ایک نے ہنس کر کہا۔

''کیا مطلب ... اگر ہم تم لوگوں کا اچار ڈال لیں تو کوئی فائدہ کیوں نہیں ہو گا بھلا؟'' اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

''ہم لوگوں سے آپ لوگ کچھ بھی معلوم نہیں کر سکیں گے، اس لیے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں ... ہم تو کرائے کے غنڈے ہیں نا۔''

''کیا کہا... کرائے کے غنڈے۔'' مارے حیرت کے فاروق کے منہ سے نکلا۔

''ہاں ... یہی کہا ہے ... کرائے کے غنڈے ... کیوں۔'' ان میں سے ایک نے حیران ہو کر کہا۔

''مطلب یہ کہ یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔''

''یہ کیا بات ہوئی۔''

''یہ جو بات ہوئی ہے وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا... تم

ایسا کہو ... تم کرائے کے غنڈے کس طرح ہو ذرا وضاحت کر دو۔''

''ہاں! کیوں نہیں ... ویسے آپ لوگ ہماری بات پر یقین نہیں کریں گے ... لیکن اس کا بھی آپ کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''

''کس کا۔''

''یقین نہ کرنے کا ... کیونکہ اس صورت میں آپ ہمیں اپنے کمرۂ امتحان میں لے جائیں گے ... تو وہاں جا کر آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ہم لوگ چکنے گھڑے ہیں ... ہم ٹس سے مس نہیں ہوں گے ... ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگے گی اور آپ لوگ بالکل ناکام ہو جائیں گے ... مطلب یہ کہ ہم سے ایک بات بھی معلوم نہیں کر سکیں گے ... بس یہ ہے اصل بات ... لہذا اپنا وقت نہ برباد کریں اور ہمیں حوالات میں بند کر کے کسی ایسے آدمی کے پاس جائیں جو آپ کو ساری بات بتا دے، اس وقت آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ آپ کتنے پانی میں ہیں ... اور پانی میں ہیں بھی یا نہیں۔''

اس کے خاموش ہونے پر انہوں نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں... کیونکہ اس سے اس قدر صاف ستھری باتوں کی انہیں ایک فیصد بھی امید نہیں تھی... پھر محمود نے کہا۔

''آدمی تو آپ کھرے معلوم ہوتے ہیں ... پھر جرائم کی دنیا

میں کیا کر رہے ہیں ... چھوڑیئے پرے اور شریفانہ زندگی بسر کیجیے۔''

''یہی تو مشکل ہے ... یہاں شریفانہ زندگی کون بسر کرنے دیتا ہے ... ایک بار جو کسی معمولی سے جرم کی بنیاد پر جیل چلا گیا ... بس وہ ہمیشہ کے لیے مجرم بن گیا ... وہ بے چارہ جیل سے باہر آتا ہے تو کوئی اسے ملازمت دینے کے لیے یا تو کوئی کام دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ یہ تو جرائم پیشہ ہے ... یہاں تک کہ وہ پھر جرائم کی دنیا میں چلا جاتا ہے ... اور مرتے دم تک مجرم ہی رہتا ہے ...'' یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے ... وہ اور زیادہ حیران ہوئے ... آخر اکرام نے کہا۔

''خیر پہلے تم یہ بتاؤ ... عبدالشکور کا کیا مسئلہ ہے ... اسے کس نے قتل کیا ہے؟''

یہ سن کر اس نے ایک لمبی سرد آہ بھری ... پھر بولا۔

''گوگا نے۔''

☆☆☆

نئی کروٹ

یہ نام سن کر اکرام نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

''تو آپ گوگا کو جانتے ہیں انکل۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

یہ بات نہیں ہے۔'' وہ مسکرایا۔

''کیا مطلب ... تب پھر آپ چونکے کیوں۔''

''یہ نام سنا ہے ... لیکن میں نہیں جانتا ... گوگا کون ہے ... کہاں رہتا ہے ... اس کا حلیہ کیا ہے ... مطلب یہ کہ ہمارے ریکارڈ میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں ہے ... صرف اس کا نام سننے میں آیا ہے ... اب اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ فلاں جرم گوگا نے کیا ہے تو وہ ثبوت تو نہیں ہو جائے گا نا۔''

''جی ہاں! یہ تو ہے۔''

''اب جیسے اس شخص نے کہا ہے کہ عبدالشکور کو گوگا نے قتل کیا ہے ... یہ بات کوئی ثبوت نہیں ہے۔''

''لیکن اب تو اس کے آدمی ہمارے ہاتھ لگ گئے ہیں ... ہم ان سے معلومات تو حاصل کر سکتے ہیں۔''محمود نے کہا۔

'' اب یہی دیکھنا ہے کہ ہم ان سے کیا کچھ معلومات حاصل کرتے ہیں۔''

''کچھ بھی نہیں۔''اس نے کہا ... جس نے پہلے گوگا کا نام لیا تھا۔

''لیکن کیوں ؟''

''تفصیل میں بتا دیتا ہوں، اعتبار کرنا نہ کرنا آپ کا کام ہے۔''

'' اچھی بات ہے، بتاؤ پھر تفصیل ... ویسے تمہارا نام کیا ہے۔''

''فسوکا ہوں۔''

''فسوکا ... یہ کیا نام ہوا۔'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

'' جرائم پیشہ لوگوں کے تو بس ایسے ہی نام ہوتے ہیں۔''فسوکا مسکرایا۔

'' ہاں ! یہ تو ہے خیر ... بتانا کیا چاہتے ہو۔''

''آپ جس شخص کے بارے میں معلوم کرنا چاہتے ہیں ... یعنی عبدالشکور کے بارے میں ... اسے واقعی گوگا نے قتل کروایا ہے ... ہمارے ہاتھوں کروایا ہے ... اس نے ہمیں حکم دیا تھا ... ایک شخص

ہے ... اس کا نام ہے عبدالشکور ... رضا انڈسٹری میں مزدور کے طور پر ملازم ہے ... وہ لیاقت پور میں رہتا ہے ... بس اسے قتل کر دو ... جیسے بھی ہو ... لیکن پہلے اچھی طرح معلوم کر لینا ... کہیں کسی اور کو ہلاک نہ کر دو ... سمجھ گئے ... بس باس کا حکم ملا اور ہم حرکت میں آگئے ... اسے دیکھنے بھالنے کے لیے اس کے گھر پہنچ گئے ... وہ گھر سے نکلا تو اس کا تعاقب کیا ... اس طرح کارخانے تک بھی جا پہنچے ... پانچ تاریخ کو جب وہ کارخانے سے نکلا تو ہم نے دروازے پر موجود چوکیدار سے اس کے بارے میں پوچھا کہ عبدالشکور کارخانے میں ہے یا چھٹی کر کے جا چکا ہے ... اس نے فوراً کہا ... ابھی ابھی تو گیا ہے ... وہ دیکھو ... وہ جا رہا ہے ... اس طرح اس بات کی تصدیق ہو گئی ... کہ وہی عبدالشکور ہے ... بس ہمارا ایک ساتھی موٹر سائیکل لے کر اس کی طرف گیا ... اسے گھر تک پہنچانے کا لالچ دیا ... اور پہنچا بھی دیا ... دوسرے دن جب وہ گھر سے نکلا تو وہی موٹر سائیکل والا ساتھی ... اس کے پاس سے گزرا اور چونک کر کہا ... آپ وہی تو نہیں ہیں ... جنھیں میں نے کل موٹر سائیکل پر یہاں تک پہنچایا تھا ... اس نے کہا ... ہاں میں وہی ہوں ... ہمارے ساتھی نے اس سے کہا، مجھے آپ کے کارخانے کی طرف ہی جانا ہے ... آیئے بیٹھ جایئے ... وہ بیٹھ گیا

...ہمارے ساتھی نے اسے پھر اس کے کارخانے چھوڑ دیا اور شام کو
پھر اس طرح سے لفٹ دی اب تک ہمیں یقین ہو چکا تھا کہ یہی
عبدالشکور ہے...اب ہمارے منصوبے کے مطابق اگلے ہی موڑ پر ہمارا
ایک اور ساتھی تیار کھڑا تھا... اس نے پہلے ساتھی کو اس طرح آواز
دی جیسے وہ اچانک نظر آگیا...ارے بھئی خاور ... کہاں جا رہے
ہو...یار مجھے بھی لے چلو ... تھوڑا آگے اتر جاؤں گا ... ہمارے
پہلے ساتھی نے کہا... ہاں ہاں آجاؤ .... اب وہ دوسرا عبدالشکور کے
پیچھے بیٹھ گیا ... اس نے ایک رومال اس کی ناک سے لگایا تو وہ
بے چارہ بے ہوش ہو گیا ... اب پچھلے ساتھی نے اسے سنبھال لیا اور
ہم اسے جنگل میں لے آئے ... بس گلا گھونٹ کر مار ڈالا ...'' یہاں
تک کہہ کر فسوکا خاموش ہو گیا...

''اور تمہیں ایک انسان کو اس بے دردی سے ہلاک کرتے
ہوئے ذرا بھی ترس نہ آیا۔'' فاروق نے اس کی طرف نفرت زدہ
انداز میں دیکھا۔

''ہم ترس کھا کر بھی کیا کر لیتے۔'' فسوکا نے منہ بنایا۔

''کیوں ....'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''ہمارے ہاتھ کٹے ہوئے ہیں ... ہم بے بس ہیں ... ہم جیسے

اور کئی باس کے لیے کام کرتے ہیں اور ہر کام کرنے پر مجبور ہیں۔''

''ایسی کیا مجبوری ہے کہ تم لوگ یہ کام کرتے ہو۔''

''گوگا کے بارے میں آپ کچھ بھی نہیں جانتے ... جب جان
جائیں گے تب آپ ہم سے بات کیجیے گا۔''

''چلو خیر ... ہم گوگا سے نبٹ لیں گے ... یہی بات ہے نا کہ
وہ اپنے خلاف کوئی ثبوت نہیں چھوڑتا ہوگا۔''

''اگر صرف یہ بات ہوتی تو شاید اس کے خلاف ثبوت حاصل
کر لیے جاتے ... بات اصل میں کچھ اور ہے۔''

''اچھا تو ....جو بات اصل میں ہے، وہ بھی بتا دو۔''

''کوئی نہیں جانتا ... گوگا کون ہے ... کہاں رہتا ہے۔''

''یہ بھی ایسی کوئی خاص بات نہیں ... ہماری زندگی میں ایسے
بہت سے مجرم آئے ہیں اور ہم نے ان سے ٹکر لی ہے ... اور ان کا
سراغ لگا کر انہیں ان کے انجام تک پہنچایا ہے ... لہذا تم فکر نہ کرو...
گوگا پہلی بار ہمارے مقابلے پر آیا ہے ... ورنہ ہمیں تو اس کے
بارے میں کچھ معلوم ہی نہیں تھا ... اب تم یہ بتاؤ ... وہ تم سے رابطہ
کیسے کرتا ہے۔'' محمود نے منہ بنا کر کہا۔

فسوکا محمود کا سوال سن کر مسکرایا، پھر اس نے کہا۔

''اب آپ لوگ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ وہ موبائل کے ذریعے رابطہ کرتا ہو گا اور آپ اس کی سموں کے ذریعے یا اس کے موبائل سیٹ کے ذریعے اس کا سراغ لگا لیں گے ... یہی نا۔'' اس کے لہجے میں گہرا طنز آگیا ...

''نہیں ... صرف یہی نہیں ... اور بھی بہت سے طریقے ہیں ... تم اپنے باس کے بارے میں زیادہ جانتے ہو، ہمارے بارے میں نہیں ... تم ہمیں صرف یہ بتاؤ کہ وہ تم سے رابطہ کیسے کرتا ہے۔''

''اس کا ایک مخصوص طریقہ کار ہے، ہمیں ہدایات ہیں کہ روز صبح سات بجے اپنے دروازے پر نشان دیکھ لیا کرو ... اگر چوکور نشان بنا ہو تو مخصوص وقت پر مخصوص بازار سے گزرو اور جب ہم اس بازار سے ہو کر نکلتے ہیں تو ہماری جیب میں پرچہ موجود ہوتا ہے جس پر ہدایات لکھی ہوتی ہیں اور ہمیں اس پر عمل کرنا ہوتا ہے، ہم وہ پرچہ پڑھ کر جلا دیتے ہیں اور ہدایات پر عمل کرتے ہیں ... اور اگر گول نشان بنا ہو تو اس کا مطلب ہے کہ مخصوص وقت پر مخصوص بس میں بیٹھنا ہے ... اور جب مقرر کردہ جگہ پر بس سے اترتے ہیں تو ہماری جیب میں ہدایات والا پرچہ موجود ہوتا ہے اور پھر ہم اس کو پڑھ کر جلا دیتے ہیں۔''

''تو وہ پرچہ کون تمہاری جیب میں رکھتا ہے... یا تمہارے دروازے پر کون نشان لگاتا ہے... تم نے کسی کو تو دیکھا ہو گا کبھی ...''

''نہیں، دراصل جن جگہوں پر جانے کو کہا جاتا ہے وہاں اتنا ہجوم ہوتا ہے کہ اندازہ ہی نہیں ہو پاتا کہ پرچہ کس نے جیب میں رکھ دیا اور کب۔''

''اچھا گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ہم گوگا کا سراغ نہیں لگا سکیں گے ... اس بات کو چھوڑو اور یہ بتاؤ ... تم اس گروہ میں کیسے شامل ہوئے اور وہ کیا مجبوریاں ہیں کہ تم اس کے احکامات ماننے پر مجبور ہو۔''

''ہاں! یہ سوال کیا ہے آپ نے کام کا۔'' فسوکا نے خوش ہو کر کہا۔

''تو بتاؤ پھر۔''

''بیروزگاری، لالچ، اور دوسروں کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھانے کا نام گوگا ہے ... میں ملازمت کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا تھا، کہیں ملازمت نہیں مل رہی تھی، ایسے میں ایک اخبار میں ضرورت ہے کا اشتہار پڑھا... زیادہ پڑھے لکھے کی ضرورت بھی درج نہیں تھی ... سو میں وہاں انٹرویو دینے چلا گیا ... وہ ایک کارخانہ تھا۔''

"کیا کہا... کارخانہ تھا۔" محمود نے چونک کر کہا۔

"جی ہاں... کارخانہ۔"

"خوب! اس کارخانے کا نام کیا ہے۔"

"اس کا نام تھا رضا انڈسٹری۔"

"کیا!!!" مارے حیرت کے ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"جی ہاں! یہی نام تھا... لیکن آپ اتنے حیران کیوں ہو گئے سن کر۔"

"اس لیے کہ ہم اس وقت جس کے گھر میں بیٹھے ہیں... وہ بھی تو رضا انڈسٹری میں ہی ملازمت کرتا تھا... کیا تمہیں اتنا بھی نہیں معلوم... تم نے خود ہی تو بتایا تھا کہ گھر سے آپ اس کے تعاقب میں اس کارخانے تک گئے تھے... دوسرے دن جب وہ کارخانے جا رہا تھا تو تم نے اسے موٹر سائیکل پر لفٹ دی تھی... اور پھر شام کو جنگل میں لے گئے تھے... یہی بات ہے نا۔"

"ہاں!"

"اس کا مطلب ہے... تم خود بھی اس کارخانے میں ملازم ہوئے تھے۔"

"ہاں!" اس نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"تب تو پھر صاف معلوم ہوگیا کہ اس کارخانے کا اور تمہارے گوگا کا خاص تعلق ہے نا۔" محمود نے کہا۔

"ہاں!" اس نے پھر اسی انداز میں کہا۔

"کیا ہاں ہاں کیے جا رہے ہو... کچھ کہو بھی تو۔"

"اس میں شک نہیں... میں بھی پہلے اس کارخانے میں بھرتی ہوا تھا... لیکن پھر باس نے مجھے کارخانے سے نکال لیا تھا اور اپنے گروہ میں شامل کر لیا تھا... سوال یہ ہے کہ آپ کیسے ثابت کریں گے کہ اس کارخانے کا اور گوگا کا خاص تعلق ہے۔"

"مسٹر فسوکا! یہ ہمارا کام ہے... تمہارا نہیں... ہم کر لیں گے... تم صرف اپنی کہانی سناؤ۔"

"اصل میں مجھ سے کچھ جرم کرائے گئے تھے... ان جرائم کی فلم بنائی گئی تھی... جرم کے مکمل ثبوت باس نے مجھے دکھائے تھے... تب میں اس کارخانے سے نکل کر اس کے گروہ میں شامل ہونے پر مجبور ہوگیا تھا... لیکن عبدالشکور کی کیا کہانی ہے... یہ مجھے معلوم نہیں... یعنی وہ کیسے اس کارخانے میں ملازم ہوا تھا اور یہ کہ باس کی اس سے کیا دشمنی پیدا ہوگئی تھی... یہ مجھے معلوم نہیں۔"

"اچھی بات ہے... ایک بات تو تمہیں بتانی ہوگی۔"

’’اور وہ کیا۔‘‘

’’وہ تمہاری تنخواہ یا حصّہ کیسے دیتا ہے۔‘‘

’’یہ کوئی مشکل کام نہیں ... میرے اکاؤنٹ میں رقم جمع ہو جاتی ہے۔‘‘

’’ہوں ... واقعی تمہارا باس پراسرار ہے ... وہ تم سے اور کس کس قسم کے کام لیتا ہے۔‘‘

’’عام طور پر لوگوں کے گھروں میں چوریاں کراتا ہے ... وہاں سے اہم نوعیت کی دستاویزات چوری کراتا ہے۔‘‘

’’کیا کہا ... دستاویزات ؟‘‘ مارے حیرت کے ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

’’ہاں ! دستاویزات۔‘‘

’’کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ وہ صرف دستاویزات چوری کراتا ہے ... اور کچھ نہیں۔‘‘

’’ہاں ! یہی بات ہے ... اس نے نقدی اور زیورات وغیرہ کبھی چوری نہیں کرائے ... یہ اور بات ہے ...‘‘ فسوکا کہتے کہتے رک گیا... اس کے چہرے پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

’’یہ کیا ... تم پھر رک گئے ... آگے بتاؤ نا۔‘‘ فاروق نے

بے چین ہو کر کہا۔

’’یہ اور بات ہے کہ ہم اپنے طور پر نقدی یا زیورات بھی اڑا لیتے ہیں... ہم اس کا ذکر گوگا سے نہیں کرتے ... دوسرے دن اخبارات میں چوری کی خبر شائع ہوتی ہے ... ان میں تمام تفصیل درج ہوتی ہے ... ظاہر ہے گوگا بھی ان خبروں کو پڑھتا ہو گا ، لیکن اس نے ہمیں کبھی نہیں ٹوکا ... کہ ہم کاغذات کے علاوہ زیورات یا نقدی کیوں لے آتے ہیں ... غالباً اسے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں ... اسے تو بس کاغذات سے غرض ہوتی ہے۔‘‘

’’ہوں ... یہ بہت عجیب بات ہے ... کیس نے ایک نئی کروٹ لی ہے۔‘‘ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

’’اور اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ یہ کیس کوئی عام کیس نہیں ... خاص کیس ہے۔‘‘

’’اور اس کیس میں سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ وہ رضا انڈسٹری میں کیوں لوگوں کو ملازم رکھواتا ہے۔‘‘

’’یہ تو اب معلوم کریں گے۔‘‘

’’اور ہم اب بھلا کام ہی کیا کریں گے ... رضا انڈسٹری کے مالک سے ملاقات کریں گے ... دیکھیں تو ... سہی ... وہ اس بارے

میں کیا بتا سکتا ہے۔''

'' ضرور کریں ... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

'' اچھا فسوکا ایک بات اور ... جب تم نے بے چارے عبدالشکور کو مار ہی دیا تھا تو اب اس کے گھر میں دوبارہ کیا لینے آئے تھے۔''

''ہمیں حکم ملا تھا کہ اس کی بیوی اور بیٹی کو بھی مار دیا جائے... ہم شام میں بھی آئے تھے مگر کسی نے دروازہ نہ کھولا... اتنے میں ہمیں پولیس موبائل کا سائرن سنائی دیا... تو ہم بھاگ گئے اور اب دوبارہ آئے ہیں۔''

''باپ کو تو مار دیا... اب ماں بیٹی سے کیا دشمنی ہو گئی گوگا کو؟''

''ہمیں نہیں پتہ ... ہمیں تو بس حکم ملا تھا۔''

'' ہمارے انکل اکرام تم لوگوں کو یہاں سے مہمان خانے میں لے جائیں گے ... اور ہم نکلتے ہیں گوگا کی تلاش میں۔'' فاروق نے شوخ آواز میں کہا۔ ایسے میں محمود کے موبائل کی گھنٹی بجی ... اس نے جلدی سے اسکرین پر نظر دوڑائی اور چونک اٹھا۔

☆☆☆

کیسی چوریاں

اسکرین پر نام انسپکٹر جمشید کا تھا اور اس کیس میں ابھی تک ان کے والد شامل نہیں ہوئے تھے ... اس نے فوراً بٹن دبا دیا ... اور بولا:

'' السلام علیکم۔''

'' وعلیکم السلام... ہاں بھئی ... کیا رہا؟''

'' جی کس سلسلے میں۔''

'' ماں بیٹی کے کیس کے سلسلے میں۔''

'' تو آپ کو معلوم ہو گیا ... اور اس کا مطلب ہے، آپ گھر آ چکے ہیں۔''

'' نہیں تو ... اور نہ جلد آ سکوں گا ... مجھے فرزانہ سے ان ماں بیٹی کے بارے میں معلوم ہوا ہے اور جو کچھ انہوں نے فرزانہ اور اس کی والدہ کو بتایا... معلوم ہو گیا ... اب تم بتاؤ۔''

’’اس سے پہلے آپ ہمیں یہ کیوں نہیں بتاتے کہ آپ کہاں ہیں۔‘‘

’’ایک اہم سرکاری کام میں الجھا ہوا ہوں ... ابھی جلد فارغ ہونے کی امید نہیں ... کیونکہ کیس بہت زیادہ الجھا ہوا ہے۔‘‘

’’اوہ ... کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ بھی ہمارے والے کیس میں الجھے ہوئے ہوں۔‘‘

’’نہیں ... میرا کیس اور ہے ... تمہارا کیس اور۔‘‘ وہ ہنسے۔

’’یہ بات آپ اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں۔‘‘

’’میں تو اور بھی بہت سی باتیں اتنے یقین سے کہہ سکتا ہوں۔‘‘ انہوں نے ہنس کر کہا۔

’’فی الحال تو آپ یہی بات بتا دیں۔‘‘

’’اس کیس کا تعلق اس ماں بیٹی کے معاملے سے کسی طرح بھی نہیں ہو سکتا۔‘‘

’’لیکن پہلے آپ ہماری ایک بات سن لیں۔‘‘

’’ہاں ضرور سناؤ۔‘‘

’’ہم نے فسوکا کو گرفتار کر لیا ہے۔‘‘

’’اور یہ فسوکا کون ہے۔‘‘

’’جس شخص نے ان دونوں خواتین کے گھر کے فرد کو قتل کرایا ہے ... وہ دراصل ایک گروہ کا کارکن ہے۔‘‘

’’اچھا تو پھر ... اس سے کیا ہوتا ہے۔‘‘

’’ہم نے فسوکا سے ایک سوال یہ کیا تھا کہ تمہارا باس تم سے اور کیا کیا کام لیتا ہے ... اس نے بتایا ... وہ چوریاں کراتا ہے ... لیکن نقدی اور زیورات کی نہیں ... کاغذات کی۔‘‘

’’اوہو اچھا ...‘‘ مارے حیرت کے ان کے منہ سے نکلا۔

’’رہ گئے نہ آپ حیران۔‘‘

’’حیران رہ جانا اتنی حیرت کی بات نہیں ... آگے کہو۔‘‘

’’بس ... وہ لوگوں کے گھروں میں سے کاغذات اڑاتا ہے ... اور کچھ نہیں ... ویسے اس کے ماتحت اپنے طور پر کچھ نقدی وغیرہ بھی لے آتے ہیں ... تاکہ عیش کر سکیں۔‘‘

’’ہوں ... تو تم اس بنیاد پر یہ خیال کر رہے ہو کہ کہیں میں بھی اس کیس میں تو نہیں الجھا ہوا۔‘‘

’’جی ہاں! سوچا تو ہم نے یہی ہے۔‘‘

’’غلط سوچا ہے ... میرا کیس اور ہے ... تمہارا اور ... اور اس کا مطلب ہے ... اس بار ہمارے راستے الگ الگ ہیں۔‘‘

'' لیکن ابا جان ! اس بات کا زبردست امکان ہے کہ کہیں آخر میں جا کر راستہ ایک نہ ہو جائے ۔''

'' دیکھا جائے گا ... بس اب تک یہی معلوم کیا ہے نا ۔''

''کیس کی ایک بہت عجیب بات بھی معلوم کی ہے ۔''

''ہاں وہ بتاؤ ۔''

'' مقتول عبد الشکور ایک کارخانے میں کام کرتا تھا ... اس کارخانے کا نام ہے رضا انڈسٹری ۔'' محمود یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا ۔

'' اچھا تو پھر ؟''

'' وہ شام کو جب اپنے کام سے واپس گھر جانے کے لیئے نکلا تھا کہ فسوکا کے ساتھی نے اسے لفٹ دینے کے بہانے موٹر سائیکل پر بٹھا لیا اور جنگل کی طرف لے گئے ... بس وہاں اس بے چارے کو مار ڈالا ... اب مزے کی بات ... کچھ مدت پہلے جب فسوکا بیروز گار تھا اور ملازمت کے لیے مارا مارا پھر رہا تھا تو اسے بھی ملازمت رضا انڈسٹری میں ملی تھی ۔''

'' کیا !!!'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا ۔

'' چلیے شکر ہے ... آپ کو حیرت تو محسوس ہوئی ۔'' محمود نے

خوش ہو کر کہا ۔

'' تو تم مجھے حیران کرنا چاہتے تھے ۔'' وہ ہنسے ۔

'' ہمارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے ابا جان ۔''

'' چلو میں حیران ہو گیا ... واقعی یہ بات حیرت کی ہے ... لیکن اس بات کو لکھ لو ... اس وقت میں جس کیس پر کام کر رہا ہوں ... اس کا تعلق تمہارے کیس سے نہیں نکلے گا ۔''

'' جی اچھا ... فاروق لکھ لو بھئی ... میں تو فون سن رہا ہوں ۔''

'' کیا لکھ لوں ۔'' اس نے منہ بنایا ... کیونکہ محمود نے ابھی تک موبائل کا اسپیکر آن نہیں کیا تھا ... لہذاہ وہ کچھ نہیں سن سکا تھا اور پیچ وتاب کھا رہا تھا ۔

'' ابا جان کہہ رہے ہیں ، اس بات کو لکھ لو ... اس وقت وہ جس کیس پر کام کر رہے ہیں ... اس کا تعلق ہمارے والے کیس سے نہیں نکلے گا ۔''

'' اچھی بات ہے ... میں لکھ لیتا ہوں ... میرا کیا جاتا ہے ۔'' فاروق نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا ۔

محمود ہنسنے لگا ... ادھر انسپکٹر جمشید نے بھی سن لیا تھا ... اس لیے وہ بھی ہنس پڑے ... اسی وقت انہوں نے کہا ۔

"اچھا بھئی ... تم جانو ... تمہارا کام جانے ... اکرام سے رابطہ رکھنا اور چاہو تو خان رحمان اور پروفیسر داؤد صاحب کو بھی شامل کر لو۔"

"اگر ضرورت پڑی تو ضرور ایسا کریں گے۔"

"ٹھیک ہے ... السلام علیکم۔" یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا ... اب محمود نے اکرام سے کہا۔

"ٹھیک ہے ... انکل ... آپ انہیں لے چلیں ... لگتا ہے ... یہ شخص فسو کا سچ بول رہا ہے اور ہمیں اس سے اور زیادہ کوئی بات معلوم نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے ... میں انہیں لے چلتا ہوں ... تمہارا کیا پروگرام ہے۔"

"فی الحال تو ہم گھر جائیں گے کیونکہ ان ماں بیٹی کو بھی تسلی دینی ہے ... ادھر وہ آفت کی پرکالہ ... ہم پر تاؤ کھا رہی ہوگی۔"

"تمہارا مطلب ہے ... فرزانہ۔" اکرام نے ہنس کر کہا۔

"انکل! اب ہم آفت کی پرکالہ امی کو تو کہنے سے رہے۔"

"اوہ ہاں! معاف کرنا بھئی ... اچھا ہم چل دیئے۔" اکرام نے اٹھتے ہوئے کہا ... پھر وہ ان لوگوں کو لے کر چلتا بنا۔

"آؤ بھئی ... پہلے گھر چلتے ہیں ... باقی کام اب گھر میں ہوگا۔"

فاروق نے سر ہلا دیا ... پھر دونوں وہاں سے روانہ ہوئے ... گھر کا دروازہ انہیں بند ملا ... انہیں پہلے ہی اندازہ تھا کہ فرزانہ تلملا رہی ہوگی ... جونہی انہوں نے دستک دی ... اندر سے اس کی آواز سنائی دی ...

"نہیں کھلے گا دروازہ۔"

"کیوں بھئی ... کیا ہو گیا اسے ..." محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"کسے؟" فرزانہ بے خیالی میں بولی۔

"دروازے کو اور کسے ... کھل جو نہیں رہا۔"

"یہ تو کھل رہا ہے ... میں نہیں کھولوں گی۔"

"تو تم بتاؤ ... تمہیں کیا ہو گیا ہے۔"

"میرا دماغ چل گیا۔" اس نے بھنا کر کہا۔

"اللہ اپنا رحم فرمائے ... ہم نے تو کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔" فاروق نے بوکھلائی آواز میں کہا۔

"کیا نہیں سوچا تھا۔"

'' یہ کہ تمہارا دماغ چل جائے گا۔''

''فکر نہ کرو ... اب تم دونوں کی باری ہے۔''

'' لیکن دروازہ کیوں نہیں کھلے گا ... ہم نے ایسا کیا کیا ہے۔''

''کتنی دیر ہو گئی ... اس کیس میں الجھے ہوئے اور اتنا نہیں ہو سکا کہ مجھے بھی بلا لیتے ... اگر تم اب بھی نہ آجاتے تو میں نے بھی ٹھان لی تھی۔''

''کیا ٹھان لی تھی۔''

''انکل خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو بلانے کی ... پھر ہم تینوں اس کیس پر الگ کام کرتے۔''

''ارے باپ رے ... تم تو واقعی ناراض ہو ... اچھا اب اچھی بہن کی طرح دروازہ کھول دو ... ابھی جب ہم کہانی سنائیں گے تو تمہاری ساری ناراضگی دور ہو جائے گی۔''

''کہانی تو مجھے فاطمہ نے سنا دی ہے۔''

'' تو پھر کھول دو جلدی ... ہمارے پاس تمہارے لیے چونکا دینے والی بات ہے۔''

''سچ ... یا دروازہ کھلوانے کے لیے کہہ رہے ہو۔''

''حد ہو گئی ... بلکہ توبہ ہے تم سے ... ہے کوئی تک۔'' فاروق

نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

'' یہ لو ... کھول دیا ... دروازہ ... لال پیلے نہ ہو۔'' ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا ...

''اللہ کا شکر ہے ... ہم تو سمجھے تھے ... آج دروازے پر کھڑے کھڑے سوکھ جائیں گے۔''

''سوکھیں تمہارے دشمن۔'' فرزانہ پٹ سے بولی۔

''بھئی واہ! بہن ہو تو ایسی۔'' محمود نے خوش ہو کر کہا۔

''اب سیدھی طرح وہ زوردار بات بتاؤ۔''

'' فاطمہ اور ان کی والدہ کہاں ہیں۔''

''امی جان کے پاس اندر کمرے میں ... کیوں ... کیا کوئی خاص بات ہے؟''

''نہیں خیر ایسی تو کوئی بات نہیں ... فاطمہ کے والد ایک فیکٹری میں کام کرتے تھے ... اس فیکٹری کا نام ہے رضا انڈسٹری۔''

'' یہ تم نے زوردار خبر سنائی ہے ...'' فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

''وہ آگے آئے گی۔''

''چلو خیر ... سناؤ۔''

''جن لوگوں نے انہیں ہلاک کیا ہے ... وہ مجرموں کا ایک گروہ ہے... اس کا باس گوگا کہلاتا ہے ... گوگا کے جس آدمی نے اپنے ساتھیوں کی مدد سے یہ جرم کیا ہے ... وہ بھی کسی وقت رضا انڈسٹری میں ملازم تھا۔''

''ارے!'' مارے حیرت کے فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

''اور اس گروہ کے باس گوگا نے اسے پیش کش کی تھی کہ وہ رضا انڈسٹری کی ملازمت چھوڑ دے ... اور اس کے گروہ میں شامل ہو جائے ... ظاہر ہے اس نے یہاں تنخواہ کا لالچ دیا ہو گا ... سو اس نے رضا انڈسٹری کی ملازمت چھوڑ دی ... اور گروہ میں شامل ہو گیا تھا ... اس کا کہنا ہے کہ گوگا ان سے لوگوں کے گھروں میں چوریاں کراتا ہے۔''

''یہ تو کوئی عجیب بات نہ ہوئی ... ظاہر ہے ایسے لوگ ایسے ہی کام کراتے ہیں۔''

''لیکن وہ مال اور دولت کی چوریاں نہیں کراتا ... بلکہ وہ لوگوں کے کاغذات چوری کراتا ہے۔''

''صرف کاغذات۔'' فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں! صرف کاغذات۔''

''بھلا وہ کاغذات چوری کرا کے کیا کرتا ہے۔''

''یہ تم بتاؤ گی۔'' محمود نے زوردار انداز میں کہا... اس وقت فرزانہ کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

''اوہ؟''

☆☆☆

پہلا نام

دونوں نے فرزانہ کی طرف حیران ہو کر دیکھا:

''یہ اوہ تم نے کس خوشی میں منہ سے نکالا ... کاغذات کی چوری کی وجہ سمجھ میں آ گئی یا کوئی اور بات ہے۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''وہ تو میں اب غور کروں گی ... کہ آخر وہ صرف کاغذات کیوں چوری کراتا ہے ... اور بے چارے عبدالشکور کا کیا قصور تھا ... اسے کیوں قتل کیا گیا، وہ تو ایک مزدور تھا اور رضا انڈسٹریز میں کام کرتا تھا ... لیکن اس وقت میں کسی اور خیال کے تحت چونکی ہوں۔''

''خیر یہ اچھی بات ہے؟'' فاروق نے کہا تو فرزانہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کیا اچھی بات ہے۔''

''یہ کہ تم کسی خیال کے تحت چونکی ہو ... اگر تم بغیر کسی خیال کے چونک اٹھتیں تو بھی ہم دونوں کیا کر لیتے۔''

''ہے کوئی تک۔'' فرزانہ جھلا اٹھی۔

''بالکل نہیں ہے۔'' محمود نے بھی جھلا کر کہا۔

''چونکنے کی وجہ بتاؤ گی یا ادھر ادھر کی ہانکتی رہو گی۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''خود تم نے ہی ادھر ادھر کی شروع کی تھی۔'' فرزانہ اسے گھورا۔

''اچھا بابا معاف کر دو ... اور یہ بتاؤ چونکنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔''

''میں اس بات پر چونکی تھی کہ۔''

''محمود ... فاروق۔'' اندرونی کمرے سے ان کی والدہ کی آواز گونج اٹھی۔

''جی امی جان! خیر تو ہے۔''

''ادھر آؤ ... زینب کچھ کہنا چاہتی ہیں۔''

''جی امی جان۔''

دونوں فوراً اندر پہنچ گئے ... انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

''السلام علیکم۔''

اسی وقت فرزانہ بھی آ گئی۔

''آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں۔''

''ہاں پیارے بچو!'' زینب نے پیار بھرے انداز میں کہا۔

''فرمایئے!''

''میری درخواست ہے کہ آپ لوگ اس معاملے پر مزید کوئی کام نہ کریں ... اور ہمیں کسی اور یعنی محفوظ جگہ پہنچا دیں ... ہم کسی اور بستی میں کرائے کا مکان لے لیں گے اور بقیہ زندگی کے دن وہاں گزاریں گے۔''

''ایسی کیا بات ہو گئی آنٹی ... آپ پریشان کیوں ہو گئیں۔''

''مجھے خیال آیا ہے ... ہماری وجہ سے آپ لوگ پریشانی میں گھر گئے ہیں اور آپ لوگوں کو کوئی نقصان بھی پہنچ سکتا ہے ... اس لیے آپ خود کو اس معاملے سے الگ کر لیں ... ہم بھی الگ ہو جاتے ہیں ... جو ہونا تھا، وہ تو ہو گیا ہے اب اور مصیبت کیوں مول لیں۔''

''اوہ! تو آپ یہ سوچ رہی ہیں ... تب پھر آپ بے فکر ہو جائیں۔'' محمود نے مسکرا کر کہا۔

''اس کا مطلب ہے ... آپ نے میری بات مان لی ... خود کو اس معاملے سے الگ کر رہے ہیں ...''

''جی نہیں ... ہم خود کو اس معاملے سے الگ نہیں کر رہے ...

آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ... ایسے کام ہمارا روز کا معمول ہے ... ہم بالکل پریشان نہیں ہیں ... بلکہ آپ دونوں کو پریشانی سے بچانے کے لیے کوشش کر رہے ہیں ... اور ان شاء اللہ ہم اپنی کوشش میں کامیاب ہوں گے ... آپ کی حفاظت کا بھی مستقل انتظام ہو جائے گا... ایسا کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے ... بس آپ دیکھتی جائیں، اللہ کو یاد کریں۔''

''لیکن ہم دونوں اس احساس کا کیا کریں کہ آپ لوگ ہماری وجہ سے بہت الجھن مول لے چکے ہیں ... آخر وہ قاتل لوگ ہیں ... کچھ بھی کر سکتے ہیں۔''

''جی ہاں! وہ کچھ بھی کر سکتے ہیں ... لیکن ہم لوگ بھی کوئی عام لوگ نہیں ہیں ... آپ اس مسئلے کو چھوڑ دیں۔''

''اچھی بات ہے ... اللہ مالک ہے۔''

''ہاں فرزانہ اب تم بتاؤ ... تم کیوں چونکی تھیں۔''

''اس کیس میں ایک بات عجیب ہے۔''

''رضا انڈسٹری والی۔''

''وہ تو ہے ... اور کاغذات والی بات بھی حیرت انگیز ہے ... لیکن میں ایک اور بات کہنا چاہتی ہوں ... یہ لوگ خود کو چھپا نہیں

رہے ... یعنی جونہی اس معاملے میں ہم داخل ہوئے ہیں ... مجرم
حرکت میں آ گئے ... فوری طور پر کارروائی پر اتر آئے ہیں ... اس کا
مطلب ہے ... یہ لوگ بہت باخبر ہیں ... چوکنے ہیں ... لیکن ہمارا
محکمہ اب تک ان سے کیوں بے خبر رہا ... انکل اکرام کو ان لوگوں
کے بارے میں کیوں کچھ معلوم نہیں ... کیا یہ بات عجیب نہیں۔‘‘

’’ہاں واقعی ... اگر گوگا اتنا بڑا مجرم ہے ... شہر میں باقاعدہ
وارداتیں کرتا رہتا ہے ... لوگوں کے کاغذات چراتا رہتا ہے ... تو
آخر یہ باتیں سامنے کیوں نہیں آئیں۔‘‘

’’بہت خوب فرزانہ ... تم نے واقعی بہت اچھا نقطہ اٹھایا ... یہ
قابلِ غور بات ہے ... اللہ کی مہربانی سے ہم نے اس گروہ کے چند
افراد تو گرفتار کر ہی لیے ہیں ... ان سے ہم بہت کچھ معلوم کر سکیں
گے ... ہم نے فسوکا سے یہ بھی نہیں پوچھا ... کہ گوگا ان سے
کاغذات کیسے وصول کرتا ہے۔‘‘

’’ہاں ! یہ بہت اہم سوال ہے اور پھر ان گھرانوں کے نام
پتے بھی ان سے پوچھنا ہوں گے جن میں انہوں نے وارداتیں کی
ہیں۔‘‘

’’بالکل ٹھیک ... اس کا مطلب ہے ، یہ کیس ہمیں آرام نہیں

کرنے دے گا ... ہمیں اسی وقت پھر سے فسوکا اور اس کے ساتھیوں
سے ملنا پڑے گا۔‘‘

’’تو پھر چلو۔‘‘ فرزانہ نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

’’آپ ... آپ لوگ حیرت انگیز ہیں ... اتنی دیر کے بعد
گھر آئے نہ ابھی کچھ کھایا نہ پیا اور پھر جانے کے لیے تیار ہو گئے۔‘‘

’’یہ ایسے ہی ہیں ... کام کا بھوت سوار رہتا ہے ، ان کے
سروں پر ... کھانے پینے اور پہننے کا ... کسی چیز کا ہوش نہیں رہ جاتا
... اب جب تک یہ آپ کے مجرموں کو پکڑ نہیں لیں گے ... سانس
نہیں لیں گے۔‘‘ بیگم جمشید نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’تب تو آپ کو ان کی وجہ سے بہت پریشانی ہوتی ہوگی۔‘‘

’’شروع میں ہوا کرتی تھی ... اب تو وہ بھی پرانی ہوگئی۔‘‘

’’کیا پرانی ہوگئی۔‘‘ فاطمہ نے حیران ہو کر کہا۔

’’پریشانی۔‘‘ فاروق نے ہنس کر کہا۔

فاطمہ اور اس کی والدہ ہنس پڑیں ... اسی وقت محمود نے کہا۔

’’ہم چل دیئے۔‘‘

’’اللہ حافظ۔‘‘ بیگم جمشید نے فوراً کہا۔

’’اللہ حافظ۔‘‘ فاطمہ اور زینب نے بھی جلدی سے کہا۔

اور وہ مسکراتے ہوئے باہر نکل گئے ... انہوں نے گاڑی میں
بیٹھنے سے پہلے اکرام کو فون کیا ۔

'' انکل ! ہم فسوکا اور اس کے ساتھیوں سے ملنا چاہتے ہیں ...
انہیں کہاں رکھا گیا ہے ۔''

'' بھئی ہمارا کیس تو تھا نہیں ... چوری چکاری کا کیس تھا ... اور
ایک عدد قتل کا ... جس علاقے کا تھانہ لگتا تھا ... انہی کے حوالے کر
دیا تھا انہیں۔''

'' اوہ ... اس کا مطلب ہے ... ہمیں وہاں جانا ہوگا۔''

'' اگر تم وہاں جانا نہیں چاہتے تو ان لوگوں کو اپنے دفتر طلب
کروا لیتے ہیں۔''

'' یہ ٹھیک رہے گا... ویسے بھی یہ کیس پولیس کا نہیں ... ہمارے
محکمے یعنی محکمہ سراغرسانی کا ہی ہے۔''

'' اوہ اچھا... یہ کیسے کہہ دیا آپ نے ۔''

'' آخر مجرم صرف کاغذات ہی کیوں چوری کراتا ہے ۔''

'' اس صورت میں بھی یہ کیس ہمارے محکمے کا اس وقت بنے گا
جب چرائے جانے والے کاغذات سرکاری نوعیت کے ہوں ۔''

'' اب یہی تو دیکھنا ہے ... فسوکا اور اس کے ساتھیوں سے

ہمیں بہت معلومات حاصل ہوں گی ۔''

'' بات تو ٹھیک ہے ... اچھا میں انہیں دفتر بلوا لیتا ہوں۔''

'' شکریہ انکل ! آپ بہت اچھے ہیں ۔'' محمود نے کہا۔

'' یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی ۔'' اکرام ہنسا ۔

'' پتا نہیں انکل ... ویسے ہم نے سنا ہے ... ضرورت ایجاد کی
ماں ہے۔''

'' توبہ ہے تم سے ۔'' اکرام نے جھلا کر کہا اور انہوں نے ہنستے
ہوئے فون بند کر دیا ۔

جب وہ دفتر پہنچے تو فسوکا اور اس کے ساتھی وہاں لائے جا چکے
تھے... اور ان کے چہروں پر کافی حیرت تھی ... وہ حیران تھے کہ اب
یہ لوگ ان سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں ... انہوں نے چھوٹتے ہی
یہی سوال کیا ...

''ہم آپ سے بہت سی باتیں معلوم کرنا چاہتے ہیں ... شرط یہ
ہے کہ آپ بالکل درست باتیں بتائیں ... اگر آپ ایسا کریں گے تو
ہم بھی آپ لوگوں کے ساتھ نرم سلوک کریں گے ... ویسے کیا اب
تک آپ کے سلسلے میں گوگا نے کچھ کیا ... آپ کی رہائی کے لیے اس
نے کوئی کوشش کی۔''

"ابھی تک تو کوئی خبر نہیں دی ... اگر وہ کوئی کوشش کرتا تو ہمیں اطلاع ضرور مل جاتی ..."

"بس تو پھر ... آپ ہمارا ساتھ دے کر دیکھیں ... انشاء اللہ فائدے میں رہیں گے۔"

"ٹھیک ہے ... آپ پوچھیں ... کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"آپ لوگوں نے بتایا ہے کہ گوگا آپ سے لوگوں کے گھروں سے کاغذات چوری کراتا رہا ہے۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"آپ ایسے کچھ لوگوں کے نام پتے بتا سکتے ہیں ... جہاں سے آپ نے کاغذات چوری کیے ہوں۔"

"ہاں! کیوں نہیں۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے ... آپ ان کے نام پتے وغیرہ لکھ کر دے دیں، لیکن اس سے پہلے یہ بتائیں کہ آپ گوگا کو وہ دستاویزات کہاں دیتے رہے ہیں۔"

"جس روز ہمیں کاغذات پہنچانے ہوتے تھے ہم اپنے دروازے پر سرخ چوکور دائرہ بنا دیتے تھے ... اور اس کے ٹھیک چار گھنٹے بعد اسی طرح گھر سے باہر نکل کر مارکیٹ کا رخ کرتے تھے ...

کاغذات ہماری قمیض کی جیب میں اڑسے ہوئے ہوتے تھے ... اور جب ہم مارکیٹ سے باہر آتے تھے تو وہ کاغزات ہماری جیب میں نہیں ہوتے تھے۔"

"اوہ۔" ان کے منہ سے مایوسی کے انداز میں نکلا۔

... اب فسوکا نے کاغذ قلم سنبھال لیا اور تمام پتے لکھنے لگا۔ وہ یاد کر کر کے لکھ رہا تھا ... پھر اس نے کاغذ ان کی طرف بڑھا دیا۔

"فی الحال مجھے صرف یہ نام اور پتے یاد آئے ہیں۔"

"اچھی بات ہے ... ایک بات اور ... وہ ایک ایک کر کے نام پتے بتاتا تھا یا ایک ساتھ کئی نام؟"

"نہیں ایک ایک کر کے ... ایک وقت میں اس نے ایک سے زائد نام نہیں بتایا۔"

"ہوں۔"

اب انہوں نے نام پتوں پر نظر ڈالی ... سب سے پہلا نام وقار خان کا تھا ... اور پتا لکھا تھا 748 نیو ٹاؤن۔

"یہ وقار خان کیا کام کرتے ہیں۔"

"ہمیں یہ نہیں بتایا جاتا تھا ... نہ ہم معلوم کرتے تھے ... ہمیں تو صرف پتے کی ضرورت ہوتی تھی۔"

''ہوں ... ٹھیک ہے ... ہم دیکھ لیں گے۔''

اور پھر وہ اٹھ کھڑے ہوئے ... اکرام نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا ...

''ہم پہلے وقار خان سے ملاقات کریں گے۔''

''اچھی بات ہے ... میں ساتھ چلتا ہوں۔''

''فی الحال تو ضرورت نہیں انکل۔''

''او کے۔''

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ وقار خان کے دروازے پر دستک دے رہے تھے ... اور وہ ایک بہت عظیم الشان کوٹھی تھی ... اس کے دروازے کی گھنٹی بجاتے ہوئے انہیں بہت عجیب سا لگ رہا تھا ... ایسے میں قدموں کی چاپ سنائی دی۔

☆☆☆

عجیب حرکت

دروازہ کھلنے پر ایک بھاری بھرکم اور لمبا چوڑا آدمی انہیں نظر آیا ... اس کے جسم پر بہت قیمتی کپڑے تھے، کلائی پر چمکتی دمکتی گھڑی تھی ... البتہ ان کے چہرے پر اس قدر سختی تھی کہ وہ پریشان ہو گئے ...

''کیا بات ہے ... کون ہو تم ... کیا چاہتے ہو۔''

''کیا آپ وقار خان ہیں۔''

''بالکل ہوں ... کیا تمہیں اس پر اعتراض ہے۔''

''فی الحال نہیں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''کیا مطلب ... یعنی بعد میں تمہیں میرے نام پر اعتراض ہو سکتا ہے۔'' انہوں نے خوفناک انداز میں کہا۔

''میرا خیال ہے ... یہ جملہ اس کے منہ سے سوچے سمجھے بغیر نکل گیا ... کیوں فاروق یہی بات ہے نا۔'' محمود نے گھبرا کر کہا۔

''بالکل یہ بات نہیں ... میں نے یہ جملہ خوب سوچ سمجھ کر کہا

''تب پھر تمہیں اس جملے کی قیمت ادا کرنا ہوگی۔'' وقار خان غرائے۔

''جملے کی قیمت۔'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

''کیوں ہو گئی سٹی گم ... فکر نہ کرو ... ابھی اور ہو گی۔'' وقار خان نے عجیب انداز میں کہا۔

''کیا ہو گی ابھی اور۔'' فرزانہ نے پوچھا۔

''سٹی گم۔''

''اوہ اچھا ... ویسے میرے بھائی کی سٹی گم نہیں ہوئی ... یہ جملے کی قیمت سن کر کچھ اور کہنے کے لیے پر تول رہے تھے۔''

''پر تول رہے تھے ...'' وقار خان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں! آپ ان سے پوچھ لیں ... جملے کی قیمت کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''بتاؤ بھئی ... کیا کہنا چاہتے ہو؟''

''جملے کی قیمت ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''ناول کا نام ... کیا مطلب ... کیا تم ناول لکھتے ہو۔''

''لکھتا نہیں ... صرف ناولوں کے نام تجویز کرتا ہوں۔''

''بھلا اس کا کیا فائدہ۔''

''ڈیڈی ... یہ لوگ آپ کو باتوں ... بلکہ لچھے دار باتوں میں الجھا رہے ہیں اور آپ الجھتے جا رہے ہیں ... انہیں اتنی مہلت نہ دیں ... مجھے تو یہ خطرناک لگتے ہیں۔'' ان کے پیچھے سے ایک لڑکی کی آواز سنائی دی۔

اب انہوں نے چونک کر وقار خان کے پیچھے دیکھا اور وقار خان نے بھی مڑ کر دیکھا ... وہاں ایک حد درجے سرخ و سفید، تیز طرار اور چاق و چوبند لڑکی کھڑی تھی ...

''تم نے کیا کہا بے بی ... یہ مجھے لچھے دار باتوں میں الجھا رہے ہیں ... ان کی یہ مجال ...'' اس نے غرا کر کہا۔

''ہاں ڈیڈی ... یہی بات ہے، ان کے ارادے نیک نہیں لگتے ... یہ کوئی اٹھائی گیرے ہیں۔''

''اٹھائی گیرے اور یہ۔'' وقار خان کا لہجہ مذاق اڑانے والا تھا جیسے وہ کسی بھی صورت اٹھائی گیرے نہیں ہو سکتے اور اٹھائی گیرے ہونا کوئی بہت عزت والی بات تھی۔

''ہاں ڈیڈی ... آپ انہیں ایسے ہی نہ چلے جانے دیں ...

انہیں اندر لے آئیں تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے۔''

''ہاں واقعی! اس کی تو بہت ضرورت ہے۔'' وقار خان نے فوراً کہا۔

''جی... کس کی۔'' محمود نے فوراً پوچھا۔

''دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہونے کی۔''

''اوہ اچھا... چلیے پھر کرلیں دودھ کا پانی اور پانی کا دودھ۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''وہ یہاں کھڑے تو ہوگا نہیں... تم لوگوں کو اندر آنا ہوگا... لہٰذا اب تم اندر آہی جاؤ... میرے ڈیڈی کھڑے کھڑے تھک جائیں گے... انہیں زیادہ دیر کھڑے رہنے کی عادت نہیں ہے۔''

''اچھی بات ہے... ہمیں کوئی اعتراض نہیں... یہ لیجیے... ہم آگئے اندر۔''

''ڈیڈی انہیں لان میں لے آئیں۔''

''چلو میاں لان میں... اور ہاں! اب ادھر ادھر کی نہ ہانکنا... سچی اور صاف بات کرنا۔''

''اچھی بات ہے۔''

اب وہ لان کی طرف بڑھے... انہوں نے دیکھا... لان بہت

شان دار تھا... پھولوں، پودوں اور سرسبز درختوں کے ساتھ ساتھ پھل دار درخت بھی لگائے گئے تھے... اور درخت پھلوں سے لدے ہوئے تھے... ان کی خوشبو پورے لان میں مہک رہی تھی... وہاں بہت نفیس قسم کی کرسیاں بچھی تھیں... ان کے درمیان میں ایک میز بھی تھی...

''بیٹھو میاں اور اصل بات بتاؤ... تم کون ہو... کیا چاہتے ہو... ورنہ تم نے دیکھ ہی لیا... ہماری بیٹی کس قدر ہوشیار ہے... یہ تم لوگوں کو تگنی کا ناچ نچا دے گی اور تم جلد ہی خود کو گھن چکر محسوس کرو گے۔'' وقار خان نے جلدی جلدی کہا۔

''لیکن جناب! یہ بھی تو ہو سکتا ہے...'' فاروق نے جلے بھنے انداز میں کہا۔

''کیا ہو سکتا ہے... تم بات درمیان میں کیوں چھوڑ دیتے ہو۔'' انہوں نے بھنا کر کہا۔

''یہ کہ ہم انہیں گھن چکر بنا دیں... تگنی کا کیا چوگنی کا ناچ نچا دیں اور یہ چوکڑیاں بھرنا بھول جائیں۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

اس کا پورا جملہ سن کر وقار خان چونک سے گئے... انہوں نے اسے گھور کر دیکھا... پھر بولے۔

''لگتا ہے... تم بہت زیادہ غلط فہمی میں مبتلا ہو۔''

”چلیے ... خوش فہمی میں تو نہیں ہیں۔“

”ختم کریں ڈیڈی ... یہ باتوں کے بھوت نہیں ہیں ... انہیں میرے حوالے کریں۔“ بے بی نے منہ بنایا۔

”ختم کریں اور حوالے کریں تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے ہم لوگ اس گھر کے غلام ہوں ... یا قیدی ہوں ... یا آپ کا دیا کھاتے ہوں۔“

”آپ نے سنا ڈیڈی ... یہ کیا کہہ رہے ہیں، اب میں نہیں رک سکتی... آپ اجازت دیں یا نہ دیں ... اب میں ان کی چٹنی بنا کر رہوں گی۔“

”ٹھیک ہے ... بے بی ... اجازت ہے ... میں پولیس کو فون کر رہا ہوں ... انہیں پولیس کے حوالے بھی تو کرنا ہوگا۔“

”وہ کس جرم میں جناب۔“ فرزانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

”پولیس کو بتاؤں گا ... تمہیں نہیں۔“ وقار خان غرائے۔

”اوہ اچھا ... آپ کی مرضی ... لیکن بہتر ہوگا ... کہ آپ اپنی صاحب زادی کو روک لیں ... کہیں بے چاری کو چوٹ ووٹ نہ لگ جائے ... کیونکہ اللہ کی مہربانی سے ہم بھی ذرا ہاتھ چھوڑ واقع ہوئے ہیں۔“

”تم جیسے میں نے بہت دیکھے ہیں ... آج تمہیں بھی دیکھ لوں گا۔“

”لیکن کیوں۔“ ایک بلند آواز گونجی۔

سب آواز کی طرف چونک کر مڑے ... انہوں نے دیکھا کہ کوٹھی کے اندرونی حصے سے ایک خاتون چلی آ رہی تھیں اور ان کے چہرے پر بہت غصہ تھا۔

”لو بھئی ... بیگم بھی آ گئیں ... اب آئے گا مزہ ...“ وقار خان نے خوش ہو کر کہا۔

”گویا پہلے آپ کو مزہ آنے کی امید نہیں تھی۔“ محمود نے ہنس کر کہا۔

”امید تو تھی ... یقین نہیں تھا ... اب یقین ہو گیا ہے۔“

”اور وہ کیوں۔“

”اپنی والدہ کی موجودگی میں ہماری بے بی اور شیر ہو جاتی ہے۔“

”آپ نے ٹھیک کہا ڈیڈی۔“

”اور میں نے کہا ہے ... لیکن کیوں؟“

”اس لیکن کیوں کا کیا مطلب ہے بیگم ... یہ بھی تو بتاؤ نا۔“

وقار خان جھنجھلا اٹھے ...

"آخر ہم یہ لڑائی کیوں لڑیں ... آپ نے میرا خیال ہے ، ابھی تک ان سے یہ نہیں پوچھا کہ یہ کون ہیں اور کیوں آئے ہیں .... حالانکہ پہلے آپ کو یہ پوچھنا چاہیے تھا۔"

"نہیں بیگم ... ان لوگوں نے اکھڑ پنے کا ثبوت دیا ہے ... اب انہیں بے بی کے حوالے ضرور کیا جائے گا اور اس کے بعد پولیس کے حوالے۔"

"لیکن کس جرم میں ۔" بیگم وقار خان نے پوچھا۔

"یہ بتانا پولیس کا کام ہے ، وہ کوئی دفعہ لگا دیں گے ان پر ۔"

"یہ اچھی بات نہیں کہ بے گناہوں کو پولیس کے حوالے کر دیا جائے ... انہوں نے یہاں آ کر دروازے کی گھنٹی بجائی تھی ... اس کے بعد آپ نے دروازہ کھولا تھا ... میں اندر سکرین پر سب کچھ دیکھ رہی تھی ... انہوں نے کوئی بدتمیزی نہیں کی ... ہماری بے بی نے بلاوجہ دخل اندازی کی ہے ... اس لیے آپ اس لڑائی جھگڑے کو جانے دیں اور صرف ان سے یہ پوچھیں ، یہ کس لیے آئے ہیں ۔"

"نہیں بیگم ... اگر آپ یہ سب پسند نہیں کرتیں ... تو اندر چلی جائیں ۔"

"ہرگز نہیں جاؤں گی ... یہیں بیٹھوں گی ... اور آپ سب کو روکنے کی کوشش کروں گی ... اے پیارے بچو ... آپ ہی میری بات مان لیں ۔" اب وہ ان سے مخاطب ہوئیں ۔

"جی فرمائیں بیگم صاحبہ ... آپ کیا چاہتی ہیں ؟"

"لڑائی بھڑائی سے مجھے بہت نفرت ہے اور یہ ہیں کہ بلاوجہ جھگڑے مول لیتے رہتے ہیں ... میں چاہتی ہوں آپ لوگ نہ لڑیں ۔"

"جی اچھا ... ہم نہیں لڑیں گے ۔"

"ارے ارے ..." وقار خان گھبرا گئے ۔

"کیا ہوا خان صاحب ۔"

"اس طرح تو تم تینوں کی بن جائے گی چٹنی ۔"

"کوئی بات نہیں ... کسی کے کھانے کے کام آ جائے گی ۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"لو اور سنو ... میں انہیں سمجھا رہی ہوں ... اوپر سے یہ نکل آئے ... ان کی ہاں ہاں میں ملانے والے ۔"

"آپ یہی چاہتی ہیں نہ کہ ہم اس لڑائی میں نہ پڑیں ۔"

"ہاں !"

"بس تو پھر وقار خان صاحب کو ہمارے چند سوالات کے

جواب دینا ہوں گے ... ان کے سوالات کے جوابات سننے کے بعد ہم یہاں سے چلے جائیں گے۔''

''میں ... اور تمہارے سوالات کے جوابات دوں گا۔''

''جی ہاں! وہ تو خیر آپ کو دینے پڑیں گے ... آپ ہماری ان سے لڑائی کرائیں چاہے نہ کرائیں۔''

''سنا بیگم آپ نے ... بہت سائیڈ لے رہی تھیں آپ ان کی ... اب اصل روپ دیکھا ان کا آپ نے۔''

''جی ہاں دیکھا ... آپ مجھے ایک دو منٹ دے دیں ... میں ان سے بات کر لیتی ہوں ... ویسے یہ تو لڑائی نہیں چاہتے۔''

''یہی بات ہے۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''ان کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے ... یہاں ہماری مرضی چلتی ہے یا ان کی۔'' وقار خان بولے۔

''لیکن ہم بلاوجہ لڑائی کیوں مول لیں۔''

''بیگم ... اب بس ... باتیں بہت ہو چکیں ... لڑائی دیکھیں اور مزہ لیں ... بے بی ... انہیں تگنی کا ناچ نچا دو ... اس کے بعد ہم پوچھیں گے ... کہ یہ کیوں آئے تھے۔''

''پہلے ہی پوچھ لیں۔'' بیگم وقار خان نے فوراً کہا۔

''ہرگز نہیں۔'' انہوں نے زور دار انداز میں سر کو جھٹکا دیا۔

''اچھی بات ہے ... میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتی ... آپ تینوں سے معافی چاہتی ہوں ... میں آپ کے کام نہیں آ سکی۔''

''آپ پریشان نہ ہوں ... ہم کوئی موم کے بنے ہوئے نہیں ہیں۔'' فاروق نے کہا۔

''وہ تو خیر ٹھیک ہے ... لیکن آپ بے بی کو نہیں جانتے۔''

''تو کیا ہوا ... اب جان جائیں گے۔''

''اچھی بات ہے ... یوں تو پھر یونہی سہی ... میں کیا کر سکتی ہوں۔'' بیگم صاحبہ نے بے چارگی کے عالم میں کہا اور ادھر بے بی نے ایک عجیب حرکت کی ... وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔

☆☆☆

بے بی

وہ یک دم اپنی جگہ سے اچھلی تھی اور اس کی دونوں ٹانگیں فاروق کے سینے سے ٹکرائی تھیں ... فاروق بے چارہ دھڑم سے زمین پر گرا۔

”میں نے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا۔“ بیگم نے افسوس زدہ لہجے میں کہا... دوسری طرف وقار خان قہقہے لگا رہے تھے ...

”واہ ... واہ ... مزہ آگیا۔“

”ابھی اور آئے گا ڈیڈی ... ان کا تو میں وہ حال کروں گی، پھر کبھی ادھر کا رخ نہیں کریں گے۔“

”یہی میں چاہتا ہوں۔“ وقار خان بولے۔

”آپ فکر نہ کریں۔“ اس نے کہا اور پھر حملہ کرنے کے لیے تیار ہو گئی...وہ اس طرح جھک گئی تھی ... جیسے مرغ ایک دوسرے پر جھپٹنے سے پہلے جھکتے ہیں۔

عین اس لمحے وہ محمود کی طرف آئی ... اور آگے نکلتی چلی گئی ... محمود نے ذرا سا ترچھا ہو کر نہایت آسانی سے خود کو صاف بچا لیا تھا ... دراصل پہلے تو انہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ جوڈو کراٹے کی زبردست ماہر ہے ... اب جو اس کا وار خالی گیا اور وہ آگے نکل گئی تو مارے حیرت کے وقار خان، ان کی بیگم اور خود بے بی کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں ...

”یہ ... یہ کیا ہوا؟“ وقار خان کے منہ سے نکلا۔

”نشانہ خطا ہو گیا ڈیڈی ... آپ فکر نہ کریں... اب میں سوچ سمجھ کر حملہ کروں گی۔“

”میں پولیس کو فون کر رہا ہوں ... انہیں آخر پولیس کے حوالے بھی تو کرنا ہے ... بیگم تم دھیان رکھنا ... یہ فرار نہ ہو جائیں۔“

”ابھی ہمارا کام پورا نہیں ہوا ... فرار کیسے ہو سکتے ہیں ... جس کام سے آئے ہیں ... وہ کام پورا کریں گے، پھر فرار ہوں گے۔“ فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

اسی وقت لڑکی نے دوسری چھلانگ لگائی اور منہ کے بل زمین پر آئی ... تاہم اس نے خود کو چوٹ لگنے سے بچا لیا ... اور دور کھڑی نظر آئی ... اب اس کی آنکھوں میں حیرت کے ساتھ خوف بھی نظر آرہا

تھا...

''نن ... نہیں ... یہ ... یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔'' وقار خان ہکلائے۔

''آپ وہی دیکھ رہے ہیں جو آپ کو نظر آ رہا ہے۔''

''ڈیڈی۔'' بے بی پھنکاری۔

''ہاں بیٹی!''

''یہ لوگ بھی عام لوگ نہیں ہیں ... جوڈو کراٹے وغیرہ کے یہ بھی ماہر ہیں۔''

''یہ بات تو میں بھی محسوس کر چکا ہوں بے بی۔''

''بس تو پھر صلح کر لیتے ہیں۔''

''بالکل ٹھیک ... بس بھئی ... ہم آپ کو مان گئے ... یہاں میرے قریب آ کر بیٹھ جائیں۔''

''جی اچھا۔'' تینوں نے ایک ساتھ کہا اور کرسیوں پر بیٹھنے کے لیے ان کی طرف بڑھے... ایسے میں ان تینوں کی کمر سے باری باری ... بے بی پورے زور سے ٹکرائی ... وہ الٹ گئے ... کرسیاں بھی الٹ گئیں ...

''بہت خوب بے بی ... یہ کام کیا ہے تم نے۔''

''بالکل غلط ... یہ بے بی نے کام نہیں دکھایا ... بلکہ اس نے دھوکا دیا ہے ...'' بیگم وقار خان نے جل بھن کر کہا۔

''تم رہنے دو بیگم ... ایسے لوگوں سے ایسے ہی نبٹا جاتا ہے۔''

تینوں اٹھ کر کھڑے ہو گئے ... کپڑے جھاڑنے لگے ... بے بی ان سے دور کھڑی تھی ... پھر اچانک محمود نے اس پر چھلانگ لگائی ... یوں لگا جیسے وہ اڑ کر گیا ہے ... وہ پورے زور سے بے بی سے ٹکرایا ... وہ اچھل کر دور جا گری اور اس بری طرح سے گری کہ جب اس نے اپنا سر اٹھایا تو اس کے منہ سے خون نکلتا نظر آیا۔

''اوہ ... یہ ... یہ کیا ہے۔'' مارے خوف کے وقار خان کے منہ سے نکلا۔

''میری بچی۔'' بیگم وقار خان نے گھبرا کر کہا اور اس کی طرف دوڑ پڑی۔

''نہیں مما ... وہیں رہیں ... ورنہ میری لپیٹ میں آ جائیں گی۔ ... میں انہیں تگنی کا ناچ ضرور نچاؤں گی۔''

''لیکن اس کی کیا ضرورت ہے بھلا۔'' بیگم وقار خان نے گھبرا کر کہا۔

''آپ چپ رہیں ... آج انہیں بتاؤں گی ... میں کیا ہوں۔''

''آپ بے بی ہیں۔'' فاروق نے مذاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

اس نے چھلانگ لگائی اور منہ کے بل گھاس پر آ گری ... محمود نہایت پھرتی سے اس کا وار بچا گیا ...

''کوئی فائدہ نہیں بے بی صاحبہ ... آپ کا واسطہ دراصل آج تک اناڑیوں سے پڑتا رہا ہے ... آپ پہلی بار تجربہ کاروں سے لڑ رہی ہیں اور ہم آپ کو خبردار کرتے ہیں ... آپ ہمیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکیں گی ... اچھل اچھل کر ... کود کود کر حملے کرنے سے آپ تھک کر چور ہو جائیں گی اور بے دم ہو کر گر جائیں گی ، پھر آپ اس طرح ہانپتی نظر آئیں گی جیسے میلوں سے دوڑ کر آئی ہوں ... اب بھی موقع ہے ... رک جائیں۔''

''ایسی کی تیسی۔'' اس نے جھلا کر کہا اور پھر وہ واقعی بلا کی تیزی سے حرکت میں آ گئی ... ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ واقعی اسے تگنی کا ناچ نچا دیتی ... بہت ماہر تھی ... لیکن ان کے مقابلے میں بھلا اس کی کیا دال گلتی ... آخر وہی ہوا جو محمود نے کہا تھا ... وہ بری طرح ہانپتی نظر آئی ... اب وہ تینوں جا کر آرام سے کرسیوں پر بیٹھ گئے ... وقار خان اور ان کی بیگم انہیں اس طرح دیکھ رہے تھے جیسے وہ

کسی دوسری دنیا کی مخلوق ہوں ... کیونکہ بے بی سر توڑ کوشش کے باوجود انہیں ہاتھ بھی نہیں لگا سکی تھی ...

''اور اب محترم وقار خان صاحب ... ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ ہم آپ سے کیوں ملنے کے لیے آئے تھے ... مہربانی فرما کر اب پوری توجہ سے ہماری بات سن لیجیے ... کیونکہ پہلے ہی بہت زیادہ وقت ضائع ہو چکا ہے ... اور ہم میں اس سے زیادہ وقت ضائع کرنے کی ہمت نہیں ہے ... ہمیں اور بھی کام کرنے ہیں ... آپ کے ہاں آج سے چھ ماہ پہلے۔''

محمود کے الفاظ درمیان میں رک گئے ... اسی وقت زوردار انداز میں گھنٹی بجی تھی ...

''بیگم ... ذرا آپ دیکھ لیں ... میرا خیال ہے ... انسپکٹر روشن خلیل آ گئے ہیں۔''

''اچھی بات ہے ...'' انہوں نے کہا اور دروازے کی طرف چلی گئیں... اس وقت تک بے بی اٹھ کر ایک کرسی میں ڈھیر ہو چکی تھی ... وہ ٹشو سے اپنے زخمی منہ سے خون صاف کر رہی تھی ...

جلد ہی بیگم وقار پولیس انسپکٹر کے ساتھ آتی نظر آئیں۔

''السلام علیکم خان صاحب ... خیریت ہے آپ نے یاد فرمایا۔''

''آیئے انسپکٹر صاحب۔'' انہوں نے فوراً کہا۔

''لگتا ہے... یہاں خیریت نہیں ہے۔'' اس نے ایک نظر ان تینوں پر اور پھر بے بی پر ڈالتے ہوئے کہا۔

''پپ... پتا نہیں۔''

''جی... کیا پتا نہیں۔'' انسپکٹر نے حیران ہو کر کہا۔

''یہ کہ خیریت ہے یا نہیں... ان حضرات سے ملیے... نہ جانے کیا چاہتے ہیں... مجھے تو کوئی چور اچکے لگتے ہیں۔''

''ان کے اور آپ کی بیٹی کے حلیے کیوں بگڑے ہوئے ہیں... یوں لگتا ہے... جیسے یہ آپس میں لڑتے بھڑتے رہے ہوں... اور آپ کی بیٹی کے منہ سے تو خون بھی رس رہا ہے۔''

''ہاں انسپکٹر صاحب... اسی لیے تو آپ کو بلایا ہے... ان تینوں نے مل کر میری بیٹی کو مارا ہے...'' وقار خان نے بے دھڑک کہا۔

''کیا... نہیں۔'' بیگم وقار خان چلا اٹھیں۔

''بیگم۔'' وقار خان کے لہجے میں سختی آ گئی... انہوں نے گھور کر اپنے شوہر کو دیکھا پھر تلملا کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور کوٹھی کے اندرونی حصے کی طرف چلی گئیں... ان کے کھٹ کھٹ کر کے جانے

کی آواز دیر تک گونجتی رہی۔

''آپ مجھے ساری بات بتائیں... بیگم صاحبہ کیا کہنا چاہتی تھیں۔''

''وہ یہ بتانا چاہتی تھیں کہ ہم نے ان صاحبہ کو نہیں مارا۔'' فاروق مسکرایا۔

''آپ چپ رہیں... جب آپ سے پوچھا جائے گا... تب جواب دینا۔'' انسپکٹر روشن خلیل نے منہ بنایا۔

''جی اچھا۔'' تینوں نے ایک ساتھ کہا۔

''جی خان صاحب! اب آپ بتائیں۔''

''بتایا تو ہے... ان تینوں نے میری بیٹی کو مارا ہے۔ یہ غیر قانونی طور پر اندر داخل ہوئے اور پھر میری بیٹی پر جھپٹ پڑے۔''

''بغیر کسی وجہ کے۔'' مارے حیرت کے انسپکٹر روشن بول اٹھا۔

''بے بی نے بس ان سے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ تو اٹھائی گیرے لگتے ہیں۔''

''بس! اتنی سی بات پر تینوں اس پر ٹوٹ پڑے...''

''اچھی بات ہے... آپ رپورٹ لکھوا دیں... میں انہیں حوالات میں بند کر دیتا ہوں۔'' اس نے کہا۔

’’تو کیا آپ ہمارا بیان نہیں لیں گے۔‘‘ فاروق چونکا۔

’’حوالات میں چل کر لوں گا۔‘‘

’’اور یہاں کیوں نہیں۔‘‘

’’تم جیسے لوگ حوالات میں جا کر سچ اگلتے ہیں۔‘‘

’’ہم یہاں بھی سچ بات کریں گے ... آپ تجربہ کر کے دیکھ لیں۔‘‘

’’تجربہ ... تجربہ کیسے کرلوں۔‘‘

’’تجربہ ہم کرا دیتے ہیں ... دیکھ اور سن آپ لیں۔‘‘ فاروق نے کہا۔

’’کیا مطلب۔‘‘ انسپکٹر کے ساتھ وقار خان بھی چلا اٹھا۔

’’حملہ ہم نے نہیں ... بے بی نے ہم پر کیا ہے... اور یہ بات ہم ثابت کر سکتے ہیں۔‘‘

’’کیسے؟‘‘ انہوں نے پوچھا۔

’’ثابت کرنا کچھ بھی مشکل نہیں۔‘‘

’’تو کریں ثابت۔‘‘ انسپکٹر روشن نے کہا۔

’’انسپکٹر صاحب ... آپ انہیں یہاں سے لے جائیں ... اور جو یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں، ان سے حوالات میں ثابت کرائیں۔‘‘

’’اچھی بات ہے خان صاحب ... میں ایک دو ماتحتوں کو لے آتا ہوں... میں نے انہیں کوٹھی سے باہر دروازے پر روک دیا تھا۔‘‘

’’جی نہیں ... یہ اچھی نہیں ... بری بات ہے ... واقعہ یہاں ہوا ہے... اور ثبوت ہم دیں گے حوالات میں جا کر ... آخر کیوں ... یہاں ثبوت نہ دیں ... خود ان کے اپنے گھر کے ایک فرد سے پوچھ لیں... اگر وہ ہمارے حق میں گواہی دے دیں تو کیا خیال ہے۔‘‘

’’کیا مطلب ... گھر کا کون سا فرد آپ کے حق میں بیان دے گا بھلا۔‘‘ انسپکٹر روشن خلیل چونکا۔

’’انسپکٹر صاحب ... یہ تینوں نہ جانے کون ہیں ... ادھر ادھر کی ہانک رہے ہیں ... آپ بس انہیں لے جائیں۔‘‘

’’ایک منٹ ... ہمیں لے ضرور جائیں ... لیکن پہلے ان کی بیگم سے پوچھ لیں یہاں کیا ہوا ہے۔‘‘

’’کیا ... کیا مطلب ہے تمہارا ... یعنی بیگم خان صاحب کے خلاف بیان دیں گی ... بھلا یہ کیسے ممکن ہے۔‘‘

’’یہ اس طرح ممکن ہے کہ وہ بہت انصاف پسند ہیں ... جھوٹ نہیں بولتیں ... انہوں نے یہاں ہونے والے واقعے کے دوران کئی بار دخل اندازی کرنے کی کوشش کی ... آخر کار ... خان صاحب نے

نے اندر بھیج دیا ... آپ انہیں بلوا لیں ... ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا ... ورنہ ہماری مرضی کے بغیر تو آپ ہمیں یہاں سے لے جا بھی نہیں سکتے۔'' محمود نے بھنائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''کیا کہا...'' انسپکٹر روشن خلیل نے چلّا کر کہا۔

''دیکھا انسپکٹر صاحب ... اب انہوں نے آپ کو بھی لپیٹ میں لے لیا... ہمیں کیا، یہ تو آپ کو بھی کچھ نہیں سمجھتے۔'' وقار خان نے طنزیہ لہجہ اختیار کیا۔

''ان کے تو فرشتے بھی تھانے میں جائیں گے۔'' انسپکٹر روشن خلیل نے جھلّا کر کہا۔

''بس تو پھر ہمارے فرشتوں کو ہی لے جائیں ... ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔'' فاروق ہنسا۔

''اب بات سمجھ میں آئی آپ کی کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں۔''

''آپ فکر نہ کریں خان صاحب۔''

''غلط ... بالکل غلط۔'' ایک زوردار آواز ابھری۔

☆☆☆

چکمہ

ان سب نے اندر کی طرف دیکھا ... بیگم صاحبہ چلی آ رہی تھیں۔

''بیگم آپ کو آنے کی کیا ضرورت تھی ... کسی نے بلایا ہے آپ کو۔'' وقار خان جھلّا کر بولے۔

''ہاں بلایا ہے۔'' وہ سرد آواز میں بولیں۔

''کس نے۔''

''انصاف نے۔''

''حد ہو گئی ... یہ انصاف بھی لوگوں کو بلانے لگا۔'' وقار خان نے بھنّا کر کہا۔

''انسپکٹر صاحب ... اس معاملے میں یہ تینوں بالکل سچے ہیں ... میرے خاوند اور میری بیٹی بالکل جھوٹے ہیں۔''

''یہ ... یہ ... کیا ... بیگم تم ہوش میں تو ہو... میں تمہارا شوہر

ہوں... یہ تمہاری بیٹی ہے ... اور تم ہم دونوں کے خلاف گواہی دے رہی ہو۔'' وقار خان مارے حیرت کے بولے۔

'' میں اور کر بھی کیا سکتی ہوں ... کیا میں انصاف کا دامن چھوڑ دوں... نا انصافی کر بیٹھوں، ان پر ظلم ہوتے دیکھ لوں ... یہ نہیں ہو سکتا ... انسپکٹر صاحب ... یہ تینوں بے گناہ ہیں ... باقاعدہ اجازت لے کر اندر آئے تھے ... میری بیٹی نے ان پر بے خبری میں حملہ کیا تھا... یہ جوڈو کراٹے اور مارشل آرٹ کی بہت بڑی ماہر ہے۔''

'' انسپکٹر صاحب ... آپ میری بیوی کی باتوں میں نہ آئیں ... یہ آپ کے مجرم ہیں۔''

'' نہیں خان صاحب ... یہ میرے مجرم نہیں ہیں ... کیا آپ نے اس خاتون کی گواہی نہیں سنی ... اب میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔''

'' جاؤ انسپکٹر جاؤ ... '' وقار خان نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

'' جانا ہی ہوگا ... آپ بے گناہوں کو پکڑوانا چاہتے ہیں ... اچھا ہوا، ہمیں حقیقت معلوم ہو گئی ... ''

'' آپ بھول رہے ہیں انسپکٹر۔''

'' کیا بھول رہے ہیں۔''

'' یہ کہ ابھی ابھی انہوں نے کیا کیا تھا ... ان کی مرضی کے بغیر آپ انہیں نہیں لے جا سکتے۔''

'' اوہ ہاں ... لیکن اب جب کہ وہ جھگڑا ہی ختم ہو گیا تو اس بات کو کیا پکڑ کر بیٹھنا ... میں انہیں معاف کرتا ہوں ... اور آپ کو خبردار کرتا ہوں ... آئندہ ہمیں بلائیں تو بلوانے کی ٹھوس وجہ آپ کے پاس ہونی چاہیے ... آپ نے سنا ... میں نے کیا کہا ہے۔''

''ہاں ہاں ... سن چکا ہوں ... آپ کے ایس ایس پی صاحب سے بات کروں گا ... اور آپ کا مزاج پوچھوں گا۔''

''آپ ایسا ضرور کیجیے گا خان صاحب۔'' انسپکٹر روشن خلیل نے بے فکری کے انداز میں کہا ... اور باہر کی طرف چل دیا ... وقار خان اپنی بیٹی کے ساتھ ساکت کھڑے رہ گئے ... دونوں کی نظریں جھک گئی تھیں ... ایسے میں اچانک وقار خان کے جسم کو ایک جھٹکا لگا ...

O

وہ تھکے تھکے انداز میں ان کی طرف مڑا اور بولا:

'' آخر کیا چاہتے ہو تم لوگ ؟ کیوں آئے ہو یہاں؟ ''

''اب کی ہے نا آپ نے کام کی بات...اگر پہلے ہی کر لیتے تو اتنا وقت تو نہ ضائع ہوتا۔'' فاروق نے جل بھن کہا۔

'' ہمیں یہ بتائیے کہ کچھ عرصے پہلے آپ کے گھر میں چوری ہوئی تھی... اور اس میں نقدی اور زیورات کے علاوہ چور آپ کے کچھ کاغذات بھی لے گئے تھے... وہ کس نوعیت کے کاغذات تھے اور وہ چور ان سے کیا فائدہ اٹھا سکتے تھے۔'' فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

'' تم لوگ آخر ہو کون ؟ اور میں تمھیں کیوں یہ بات بتاؤں کہ کون سے کاغذات چوری ہوئے تھے... بلکہ مجھے یاد ہی نہیں ہے کہ وہ کاغذات کون سے تھے جو چور لے گئے تھے... اب سارے کاغذات یاد تو نہیں رہتے نا۔'' وقار خان نے جھنجھلا کر کہا۔

محمود نے سوچا کہ یہ گھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلے گا بلکہ کچھ گھماؤ پھراؤ سے کام لینا پڑے گا۔

'' اچھا آپ یہ بتائیں کہ آپ کام کیا کرتے ہیں؟'' محمود نے پوچھا۔

'' میری دوائیں تیار کرنے کی فیکٹری ہے۔'' اس بار وقار خان نے سیدھا سیدھا جواب دیا۔

'' اب ہم اپنا تعارف کروا دیں ... میرا نام محمود ہے ... یہ فاروق ہے اور یہ فرزانہ ... ہم انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں اور ایک کیس کی تحقیقات کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے ہیں ... اب آپ ہمیں اپنی

فیکٹری لے کر چلیں ...ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہاں کون سی دوائیں تیار کی جا رہی ہیں۔'' محمود نے تفصیل سے بات کرتے ہوئے کہا۔

'' اچھا... اسی لیئے بے بی ناکام ہوگئی ... ٹھیک ہے میں کپڑے تبدیل کر کے آتا ہوں اور پھر آپ لوگوں کو لے کر چلتا ہوں۔''

یہ کہہ کر وقار خان اندر کی طرف چلے گئے۔ اور یہ لوگ لان میں پڑی کرسیوں پر بیٹھ گئے ... بے بی بھی ساتھ ہی اندر چلی گئی تھی۔ کچھ ہی دیر بعد وقار خان اکیلے ہی باہر آئے اور ان لوگوں کے پاس آکر پوچھا۔

'' آپ لوگ کیسے چلنا پسند کریں گے...میرے ساتھ چلیں گے یا خود آجائیں گے۔''

'' ہمارے پاس کار ہے ... آپ ایسا کریں کہ اپنی کار میں فاروق کے ساتھ آگے آگے چلیں میں اور فرزانہ پیچھے پیچھے آتے ہیں۔'' محمود نے جلدی سے کہا...

فاروق نے اسے گھور کر دیکھا مگر کچھ بولا نہیں۔

آخر اسی طرح آگے پیچھے چلتے وہ وقار خان کی فیکٹری جا پہنچے ... اور پھر انہیں حیرت کا ایک زبردست جھٹکا لگا۔

مین گیٹ پر رضا انڈسٹریز کا بورڈ ان کا منہ چڑا رہا تھا ...

تینوں نے چونک کر وقار خان کی طرف دیکھا ...

اسی وقت فرزانہ کے منہ سے کھوئے کھوئے لہجے میں نکلا:

'' رضا انڈسٹریز کے مالک آپ ہیں ؟ ''

'' ہاں بالکل ... تمہیں کوئی شک ہے۔'' وقار خان مسکرائے۔

'' آپ کی فیکٹری میں ایک مزدور تھا عبدالشکور ... کیا آپ جانتے ہیں اسے؟''

'' میری فیکٹری میں تو بہت سے مزدور ہیں اب میں سب کو تو نہیں جانتا۔'' وقار خان نے اسی طرح جواب دیا۔

'' مگر اس کا قتل ہو گیا تھا ... اور اس سلسلے میں پولیس آپ تک بھی آئی ہوگی پوچھ گچھ کرنے کے لیئے ... تو ایسا مزدور تو یاد رہنا چاہیئے کم از کم۔'' محمود نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

'' اچھا وہ عبدالشکور ... ہاں وہ تو یاد ہے مجھے ... مگر میرا اس کے قتل سے کیا لینا دینا ... آپ لوگ اندر چل کر فیکٹری دیکھیں اور میری جان چھوڑیں ... پہلے ہی بہت وقت خراب ہو گیا ہے میرا۔'' وقار خان نے کہا۔

'' وقت آپ کی آپ کی اپنی وجہ سے خراب ہوا ہے ... ہماری وجہ سے تو نہیں۔'' فاروق نے تڑ سے جواب دیا۔

محمود اور فرزانہ اس کے انداز پر مسکرائے بغیر نہ رہ سکے ...

پھر تینوں وقار خان کے پیچھے چلتے ہوئے فیکٹری میں داخل ہو گئے ...

دائیں اور سامنے کی طرف دو ہال نظر آرہے تھے جن میں بیشمار مزدور کام کر رہے تھے اور بائیں طرف کچھ کمروں کے دروازے تھے۔

دوائیں بوتلوں میں بھری جا رہی تھیں ...

کچھ آگے جا کر ان پر ڈھکن لگائے جا رہے تھے ... اور پھر ان کو گتے کے کارٹنوں میں پیک کر کے کارٹن برابر والے ہال میں لے جائے جا رہے تھے۔

وہ کھڑے یہ سب دیکھتے رہے پھر محمود نے کہا۔

'' اور آپ کا آفس کہاں ہے؟ ذرا وہ بھی دکھا دیں۔''

'' آؤ۔'' وقار خان نے کہا ...

وہ مڑا اور بائیں جانب والے کمروں میں سے ایک کمرے کی طرف بڑھے ... دروازہ کھول کر وہ تینوں وقار خان کے پیچھے اندر داخل ہوئے ... عام سا آفس تھا ایک میز تھی جس پر لیپ ٹاپ رکھا تھا، سامنے دو کرسیاں پڑی تھیں اور سائیڈ پر ایک ریک تھا جس پر فائلز ترتیب سے رکھی تھیں۔

’’تو آپ کو یہ یاد نہیں کہ آپ کے وہ کون سے کاغذات تھے جو چوری ہوئے تھے؟‘‘ فرزانہ نے کہا۔

’’کتنی بار کہوں کہ مجھے یاد نہیں ہیں کہ وہ کون سے کاغذات تھے جو چوری ہوئے تھے۔‘‘ وقار خان جھلا گیا۔

’’خیر دیکھتے ہیں ... ابھی تو ہم جا رہے ہیں ... آپ یاد کرنے کی کوشش کرتے رہیے ... اور یہ ہمارا فون نمبر ہے اگر یاد آجائے تو فوراً ہی ہمیں فون کر دیں۔‘‘ محمود نے اسے اپنا نمبر دیتے ہوئے کہا۔

’’یاد آیا تو ضرور بتا دوں گا۔‘‘ وقار خان عجیب سے انداز میں مسکرایا۔

پھر وہ اپنی کار میں آ بیٹھے۔

’’آدمی تو مشکوک لگ رہا ہے۔‘‘ فاروق نے کہا۔

’’کچھ تو دال میں کالا ہے۔‘‘ فرزانہ سوچتے ہوئے بولی۔

’’پھر اب کیا پروگرام ہے۔‘‘

’’فی الحال گھر کی طرف چلو۔‘‘

محمود نے گاڑی اسٹارٹ کی اور اس کا رخ گھر کی طرف موڑ دیا۔ وقار خان کی فیکٹری شہر سے باہر تھی اور اب یہ لوگ شہر کی طرف

اڑے جا رہے تھے ...

اچانک محمود کی نظر بیک ویو آئینے پر پڑی ... اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے ... ساتھ ہی اس نے ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا۔

’’کیا ہوا رفتار کیوں بڑھا دی ... اور یہ تمہارے چہرے پر اچانک بارہ کیوں بجے نظر آ رہے ہیں؟‘‘ فاروق نے چونک کر پوچھا۔

’’ایک جیپ آندھی اور طوفان کی رفتار سے پیچھے سے آ رہی ہے اور مجھے اس جیپ کے ارادے نیک نظر نہیں آ رہے۔‘‘ محمود نے کہا۔

’’ارے بھائی جا رہی ہوگی اپنی دھن میں کہیں ... اب تمہیں اس کی رفتار سے ارادے بھی نظر آ گئے۔‘‘ فاروق نے کہا۔

’’اس میں کئی افراد ہیں ... اور سب کے سب مسلح ... کیا خیال ہے ان لوگوں سے یہیں نہ نمٹ لیا جائے۔‘‘ محمود نے بیک ویو آئینے میں دیکھتے ہوئے کہا۔

’’ہاں تو اور کیا ہم کوئی موم کے بنے ہوئے تو ہیں نہیں ... ابھی دو دو ہاتھ کر لیتے ہیں پتہ تو چلے کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیوں ہمارے پیچھے آ رہے ہیں۔‘‘ فرزانہ بولی۔

محمود نے رفتار کچھ کم کر دی ... اگلے منٹ میں ہی جیپ ان سے آگے نکلی اور سڑک پر ترچھی ہو کر رک گئی ... محمود کی کار کے بریک

بھی زور سے چرچرائے ... فاروق اچھل کر ونڈ اسکرین سے جا ٹکرایا ... اور پھر اپنی ناک سہلانے لگا ...

انہوں نے جیپ میں بیٹھے لوگوں کی طرف دیکھا ...

ایسے میں جیپ کا دروازہ کھلا ...

☆☆☆

خاقان

انہوں نے دیکھا، وہ ایک بڑی جیپ تھی اور اس میں پندرہ کے قریب لوگ تھے ... خطرہ ان کی سوچ سے زیادہ بڑا تھا... محمود نے غیر محسوس طور پر موبائل نکالا اور اکرام کا نمبر ملانے کے لیے بٹن دبا دیا ... اسی وقت وہ پندرہ افراد دھم دھم کر کے جیپ سے کودنے لگے ... ایسے میں سلسلہ مل گیا ... لیکن اب محمود موبائل کو کان سے نہیں لگا سکتا تھا... اس نے اکرام کو خبردار کرنے کے لیے قدرے بلند آواز میں کہا۔

”کون ہو تم ؟ اور کیوں راستہ روکا ہے ہمارا شہر کی جنوبی سڑک پر ؟“

”گھبراتے کیوں ہو ... ابھی بتاتے ہیں۔“ ان میں سے ایک نے مسکرا کر کہا... پھر وہ اپنے ایک ساتھی سے بولا ...

”ان لوگوں سے موبائل فون لے لو۔“

''کیوں لے لو ... ہمارے پاس کوئی مفت کے تو ہیں نہیں ... بازار سے خریدے ہیں۔'' فاروق نے جھلا کر کہا۔

'' آئیں بائیں شائیں کریں تو گولی سے اڑا دو ... ان کی وجہ سے ہماری پریشانی بڑھنے لگی ہے ...''

''اچھا استاد ... سنا تم نے ... اپنے موبائل ... بلکہ نہیں ... ہم خود تمہاری تلاشی لیں گے۔''

ان پر تقریباً پانچ کلاشن کوفیں تنی ہوئی تھیں ... پھر تین افراد ان کی طرف بڑھے اور ان کی تلاشی لینے لگے ... محمود کے ہاتھ سے موبائل لے لیا گیا ... جیبوں سے باقی چیزیں نکال لی گئیں ...

''ان لوگوں کو بھون ڈالو اور ان کی لاشوں کو درختوں سے لٹکا دو ... تاکہ ان کی تلاش میں آنے والے جان لیں کہ ان کا واسطہ کس سے ہے۔'' استاد کی آواز سنائی دی۔

'' بہت اچھا استاد۔''

فوراً ہی پانچ کلاشن کوفیں گنگنا اٹھیں ... لیکن وہ تینوں اس سے پہلے ہی لوٹ لگا گئے تھے اور درختوں کی اوٹ میں چلے گئے تھے ... ایسا کرنے کے لیے انہیں کچھ بھی محنت نہیں کرنی پڑی تھی ... کیونکہ وہاں قدم قدم پر درخت موجود تھے اور کلاشن کوفوں والے سوچ بھی

نہیں سکتے تھے کہ وہ اس قدر پھرتی سے درختوں کی اوٹ لے لیں گے ... اس لیے وہ جب تک ہوشیار ہوئے... وہ غائب ہو چکے تھے ...

'' یہ کیا ... یہ لوگ تو غائب ہو گئے اور تم ان میں سے ایک کو بھی نشانہ نہ بنا سکے ...'' استاد نے حیران ہو کر کہا۔

'' جی ... جی ہاں۔'' ایک نے بوکھلا کر کہا۔

'' بس تو پھر ... ان درختوں کے دوسری طرف چلے جاؤ اور انہیں نشانہ بنا ڈالو۔''

''ابھی لو استاد۔''

چودہ افراد کلاشن کوفیں ہاتھوں میں لیے ان کی تلاش میں آگے بڑھے ... اس بات کا انہیں اطمینان تھا کہ ان تینوں کے پاس اسلحہ نہیں تھا ... اس لیے وہ ان پر فائرنگ تو کر نہیں سکیں گے ... باقی وہ تین نوعمر ہی تو ہیں ... اور وہ چودہ ... لہذا بے خوف ہو کر آگے بڑھتے چلے گئے ... ادھر محمود اپنے جوتے کی ایڑی سے چاقو نکال چکا تھا ... انہوں نے سن لیا تھا ... وہ انہیں جان سے مار ڈالنا چاہتے تھے ... ان حالات میں وہ لاپروائی نہیں کر سکتے تھے ... پھر جونہی ایک کلاشن کوف والا اس کی زد میں آیا ... اس نے اس پر چاقو کا وار کر دیا ... اس کی دل دوز چیخ فضا کو تھرا گئی ... ساتھ ہی وہ تڑ نے گرا

اور اس کی کلاشن کوف محمود کے ہاتھ میں آ گئی ... اس نے فوراً اس طرف آنے والوں پر فائر کر دیا... ان میں سے چار اور گرے، باقی لوگ جلدی سے ادھر ادھر درختوں کی اوٹ میں بھاگے...

”تم نے ان کی تلاشی لی تھی۔“ استاد نے جھلا کر کہا۔

اس کے کسی ساتھی نے اس کی بات کا جواب نہ دیا... ادھر فرزانہ اور فاروق گرنے والوں کی کلاشن کوفیں اٹھانے کی فکر میں تھے ... اور یہ موقع انہیں اس وقت آسانی سے مل گیا تھا جب وہ بھاگے تھے ... وہ لڑھکتے ہوئے ان رائفلوں کی طرف گئے اور ان کو سمیٹ لائے ... اب تینوں کے پاس اسلحہ تھا اور وہ آسانی سے ان کا مقابلہ کر سکتے تھے ...

دوسری طرف دشمن بوکھلا گیا تھا ... اس کے پانچ ساتھی مارے جا چکے تھے ... یا شدید زخمی ہو چکے تھے ... ان حالات میں وہ گھبراتے نہ تو کیا کرتے ... تاہم وہ درختوں کی اوٹ لیے ہوئے تھے ... اب دونوں طرف خاموشی تھی ... کافی دیر گزر گئی ... پھر پولیس کی گاڑیوں کا شور گونج اٹھا ... کیونکہ اکرام نے محمود کے موبائل میں گونجنے والی بات چیت تو سن ہی لی تھی ... چاہے وہ اس سے کچھ بھی نہ کہہ سکا تھا ...

”آ گئی مدد اللہ کی مہربانی سے۔“ محمود نے بلند آواز میں کہا۔

”بھاگو۔“

انہوں نے استاد کی آواز سنی اور وہ آندھی اور طوفان کی طرح درختوں کے پیچھے سے نکل کر بھاگے ... یہی وہ وقت تھا جب ان تینوں نے ان کی ٹانگوں پر گولیاں چلا دیں ... وہ گرتے چلے گئے اور جب اکرام اور اس کے ماتحت وہاں پہنچے ... تو ان میں سے ایک بھی اپنے پیروں پر کھڑے رہنے کے قابل نہیں رہا تھا ...

”یہ سب کیا ہے بھئی ... اس قدر خون خرابہ کیوں کیا تم نے۔“ اکرام نے گھبرا کر کہا۔

”انکل! یہ پندرہ تھے اور ہم تین ... ان کے پاس کلاشن کوفیں تھیں اور ہم خالی ہاتھ ... اب ہم کیا کرتے ... ان پر وار نہ کرتے تو انہوں نے ہمیں پار کر دیا تھا ... کیونکہ ان کے استاد نے انہیں واضح طور پر حکم دے دیا تھا کہ ہمیں جان سے مار دیا جائے۔“ محمود نے جلدی جلدی بتایا۔

”ہوں ... اور یہ ہیں کون۔“

”یہ آپ ان سے پوچھیں ... ان سے پوری تفصیل معلوم کریں ... ہم تو بس اتنا بتا سکتے ہیں کہ ان کا تعلق اسی کیس سے ہے ... یعنی

وقار خان والے معاملے سے... بلکہ ہمیں تو لگتا ہے کہ وقار خان نے ہی ان کو ہمارے پیچھے بھیجا ہے... ورنہ اور کسی کو کیا پتہ کہ ہم اس وقت کہاں ہیں۔''

''بالکل ٹھیک کہہ رہے ہو تم محمود... میں تو کہتی ہوں ہمیں ابھی اور اسی وقت واپس جا کر وقار خان سے اس بارے میں پوچھ گچھ کرنی چاہیے۔'' فرزانہ نے محمود کی تائید کی۔

''تو تم لوگ اس وقت کسی وقار خان کے گھر سے آرہے ہو۔'' اکرام نے پوچھا۔

''جی انکل گئے تو ہم گھر ہی تھے مگر وہاں تو صورت حال ہی عجیب ہوگئی۔'' یہ کہہ کر فاروق نے پوری تفصیل کہہ سنائی کہ کیسے وہ وقار خان کی فیکٹری پہنچے۔

''اوہو بہت ہی عجیب صورت حال تھی... ویسے اس صورت میں نظر تو ایسا ہی ہے کہ یہ حرکت وقار خان کی ہے۔''

''دیکھیں یہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔''

''اور اب مجھے ان چودہ آدمیوں کو لے جانا ہے... نہ جانے ان میں سے کتنے مر چکے ہیں اور کتنے زخمی ہیں۔''

''جی مجبوری ہے...'' فاروق مسکرایا۔

اکرام نے بُرا سا منہ بنایا اور فون کرنے لگا...

''انکل ساتھ ہی فیکٹری کی تلاشی کے وارنٹ بھی منگا لیں... میں چاہتی ہوں کہ اس بار ہم فیکٹری کی بھرپور تلاشی لیں۔''

''ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے۔''

اس نے کہا اور ایک بار پھر محمد حسین آزاد کا نمبر ملا کر اسے ہدایات دینے لگا...

کچھ ہی دیر میں اکرام وارنٹ لے کر آ پہنچا۔

پھر کوئی ایک گھنٹے بعد وہ زخمیوں اور لاشوں کو ہسپتال روانہ کر چکے تھے اور اب ایک بار پھر ان کی منزل وقار خان کی فیکٹری تھی... محمد حسین کو اکرام نے ہدایات دی تھیں کہ ان زخمیوں کی پوری طرح حفاظت کرنی ہے، کیونکہ ابھی نہ صرف ان کا بیان لیا جانا تھا... بلکہ ان سے یہ بھی اگلوانا تھا کہ وہ کون شخص ہے جس نے انہیں ختم کرنے کے لیے بھیجا تھا...

آخر وہ فیکٹری پہنچے... گیٹ پر موجود چوکیدار سے وقار خان کے بارے میں پوچھا تو وہ بولا:

''صاحب تو جا چکے ہیں۔''

''جا چکے ہیں... کہاں جا چکے ہیں؟'' فاروق حیرانی سے بولا۔

''ام کو تو مالوم نہیں کہ کہاں گئے ہیں مگر یہاں سے جا چکے ہیں۔''

''مگر ابھی تھوڑی دیر پہلے جب ہم یہاں سے نکل کر گئے تھے تو وہ یہیں تھے۔'' فرزانہ نے پوچھا۔

''بی بی ہمیں تو پتہ نہیں کہ کس طرف سے گیا ہے ... مگر آپ لوگوں کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد وہ چلے گئے تھے۔''

''اچھا ہمیں ان کے آفس کی تلاشی لینی ہے ... ہمارے پاس تلاشی کے وارنٹ ہیں۔''

''صاحب ہمیں اس کا پتہ نہیں ہے ... آپ ٹھہرو ادھر ہم منیجر صاحب کو بلاتا ہے۔''

یہ کہہ کر چوکیدار اندر کی طرف چلا گیا ... جلد ہی اس کے ساتھ ایک ادھیڑ عمر کا آدمی نمودار ہوا ... اکرام نے اسے تلاشی کے وارنٹ دکھائے تو وہ انہیں اندر لے آیا ... وقار خان کا آفس لاک تھا ... لاک کھولا گیا اور وہ اندر داخل ہوئے مگر کوئی قابل اعتراض چیز نہ ملی ... ایسے میں اچانک فاروق کو کچھ خیال آیا ... وہ بولا:

''ہمیں فوراً وقار خان کے گھر کی طرف چلنا چاہیے۔''

''اوہ ہاں! اس کا امکان ہے۔''

وہ وہاں سے روانہ ہوئے اور آندھی اور طوفان کی رفتار سے وقار خان کے گھر پہنچے ... مگر وہاں بھی ایک بڑا سا تالا ان کا منہ چڑا رہا تھا۔

وقار خان کہاں غائب ہوگیا اور کیوں پہلے اپنی فیکٹری سے غائب ہوا اور پھر گھر پر بھی تالا لگا کر کہاں چلا گیا۔ اس طرح ان کی الجھن بڑھ گئی ... سسپنس اور زیادہ ہوگیا ... اور انہیں کچھ نہیں سوجھ رہا تھا کہ اب کیا کریں ... وہ وہاں سے واپس روانہ ہوئے۔

''یہ کیس تو گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہا ہے ... اور معاملہ خوفناک ہوتا جا رہا ہے ... کیوں نہ اب ابا جان کو آواز دے لی جائے۔'' محمود کے لہجہ سے پریشانی جھلک رہی تھی۔

''ٹھیک ہے ... ایسا کرنے میں کیا حرج ہے۔''

محمود نے اسی وقت ان کا نمبر ملایا ... فوراً ہی انہوں نے فون سن لیا ...

''ہاں محمود ... کیا رہا۔''

''ابا جان ... معاملہ لحہ بہ لحہ خطرناک اور خوفناک ہوتا جا رہا ہے ... کیس عبدالشکور کے قتل سے شروع ہوا تھا ... جو چھ ماہ پہلے ہوچکا تھا ... ہمیں تو اب پتا چلا ہے نا ... لیکن جونہی ہم اس معاملے میں

پڑے ... مجرم جیسے حرکت میں آگئے اور اب وہ کسی قسم کی رعایت کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔"

"اچھا تو پھر۔"

"اب آپ بھی اس کیس میں شرکت کر ہی لیں ... اب ہم چکر پر چکر کھا رہے ہیں۔"

"پروا نہ کرو ... چکر صحت کے لیے اتنے بھی مضر نہیں۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ابھی آپ اس کیس میں شرکت نہیں کر سکتے۔"

"ہاں ! ایک بہت خفیہ سرکاری معاملہ درپیش ہے ... اس میں کسی اور کو شریک تک نہیں کیا جا سکتا ، یعنی صرف اور صرف مجھے کام کرنا ہوگا ... اس میں کتنا وقت لگتا ہے ... کچھ نہیں کہا جا سکتا ... دراصل بہت اونچے عہدوں پر چند غدار موجود ہیں ... کسی طرح صدر صاحب کو یہ بات معلوم ہوئی ہے ... اب صدر صاحب میرے ذریعے ان تک پہنچنا چاہتے ہیں ... تم سمجھ ہی سکتے ہو کہ یہ کس قدر خطرناک معاملہ ہو سکتا ہے ... اور وہ لوگ کس حد تک جا سکتے ہیں..."

"ہوں ... آپ ٹھیک کہتے ہیں ... اچھی بات ہے ... پہلے آپ اس کیس سے فارغ ہو لیں ... ہم اپنا کام جاری رکھیں گے ...

ہمارے فارغ ہونے سے پہلے آپ فارغ ہو گئے تو ہماری مدد کو آجائیے گا اور اگر آپ فارغ نہ ہوئے تو ہم صبر کر لیں گے ... کیونکہ ہم تو آپ کے کیس میں شریک ہو نہیں سکیں گے۔"

"بالکل ٹھیک ... البتہ تمہارے کیس میں اب خان رحمان اور پروفیسر داؤد صاحبان کو شریک ہو جانا چاہیے ... اس طرح میری کمی تم لوگ کم محسوس کرو گے۔"

"ہوں ... آپ ٹھیک کہتے ہیں ، ہم ان سے رابطہ کرتے ہیں ... اچھی بات ہے ابا جان ... ہم گھر جانے لگے تھے ... لیکن اب پہلے پروفیسر انکل کی طرف جا رہے ہیں۔"

"بس ٹھیک ہے ... اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔" ان کے منہ سے نکلا۔

فون بند کر کے محمود نے گاڑی پروفیسر داؤد کی طرف بڑھا دی... اس وقت فرزانہ نے کہا۔

"آخر ہمیں وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے ... ہم انہیں فون کر دیتے ہیں ... اس طرح وقت بچے گا۔"

"بات معقول ہے۔"

"تم دھیان سے گاڑی چلاؤ ... میں فون کرتا ہوں انکل کو۔"

''اونگی بونگی نہ ہانکنا۔''

''اچھی بات ہے ...'' فاروق نے فوراً کہا۔

اب اس نے پروفیسر داؤد کا نمبر ملایا ... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی ...

''ہاں فاروق ... میری ضرورت پڑ گئی کیا۔''

''انکل اس میں شک نہیں کہ آپ اندازہ لگانے میں ماہر ہیں۔''

فاروق ہنسا۔

''ارے باپ رے۔'' وہ بوکھلا کر بولے۔

''کیا ہوا انکل خیر تو ہے ... میں نے کوئی خوفناک بات کہہ دی کیا۔''

''سنو بھائی ... تم آج مجھے بلانے کی کوشش نہ کرنا۔''

''یہ آپ نے کیا بات کہی ... آپ کو آج کہیں جانا ہے کیا؟''

فاروق گھبرا گیا۔

''ہاں یار! یہی بات ہے۔''

''ہائیں انکل ... آپ نے مجھے یار کہا ... یار تو ابا جان کو یا انکل خان رحمان کو کہتے ہیں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''بھول ہوگئی ... یار کا لفظ واپس لیتا ہوں ... ہاں تو تم نے سنا

... میں نے کیا کہا ہے۔''

''جی بالکل ... اور آپ کو کہاں جانا ہے۔''

''جہاں جانا ہے ... وہاں کے میزبان نے کہہ رکھا ہے ... اگر آپ آج نہ آئے تو میں بھی کبھی آپ کے ہاں نہیں آؤں گا ... اب بتاؤ ... میں کیا کروں۔''

''پریشان ہونے کی ضرورت نہیں انکل۔''

''اچھا ... نہیں ہوتا پریشان ... لیکن میں اب کیا کروں گا۔''

''آپ اپنے میزبان کا نام بتائیں ... ہم خود ان سے بات کر لیتے ہیں۔''

''ہاں! چلو یہ ٹھیک رہے گا ... تو پھر سنو ... میرے میزبان کا نام ہے خان رحمان۔''

''کیا !!!'' مارے حیرت کے ان تینوں کے منہ سے نکلا۔

''یہ تو اور زیادہ آسان کام ہوگیا۔''

''ہو گا آسان ... لیکن ان سے بات تم خود ہی کرو گے۔''

''جی بہتر! ہم ابھی بات کر لیتے ہیں۔''

''اور بات کر کے مجھے بتا بھی دینا ... کہیں میں انتظار کرتے کرتے سوکھ نہ جاؤں۔''

''آپ فکر نہ کریں انکل۔''

پھر فاروق نے خان رحمان کا نمبر ملایا... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی...

''آہا... فاروق یہ تم ہو... بہت اچھے موقعے پر فون کیا... آج پروفیسر صاحب میرے گھر آرہے ہیں... ان کی ادھر دعوت ہے... لہذا تم سب بھی آجاؤ... میں نے آج اس سلسلے میں جمشید کو فون کیا تھا... لیکن ان کا فون بند تھا... میں اب تمہیں فون کرنے ہی والا تھا کہ تمہارا فون آگیا۔''

''انکل... ہم آپ کی طرف نہیں... بلکہ آپ اور پروفیسر انکل ہماری طرف آرہے ہیں۔''

''یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی۔''

''لیکن انکل ہم تو آپ کے دشمن کسی طرح بھی نہیں ہیں۔''

''تب پھر تم ادھر آجاؤ۔''

''آپ کو معلوم نہیں انکل... ایک سنگین کیس درپیش ہے۔''

''تمہیں تو ہمیشہ ہی سنگین کیس درپیش ہوتا ہے... لیکن آج تمہیں میرے ہاں ہی آنا پڑے گا... ہم کیس پر بھی یہیں کام کر لیں گے... اور دعوت بھی اڑا لیں گے... تم نہیں جانتے۔'' یہاں تک

کہہ کر خان رحمان خاموش ہو گئے۔

''اور ہم کیا نہیں جانتے انکل؟''

''آج میں نے یہاں کیا کیا چیزیں تیار کرائی ہیں... ایسی دعوت روز روز نہیں ہوتی... آج تو تم لوگوں کو ہی آنا پڑے گا... ہاں دعوت کے بعد ہم تمہارے ساتھ ہوں گے... جہاں جی چاہے لے جانا۔''

''اچھی بات ہے انکل... یوں تو پھر یونہی سہی۔''

''یہ ہوئی نہ بات۔''

انہوں نے ہنس کر کہا... اب فاروق نے پروفیسر داؤد کو فون کیا... اور انہیں یہ خبر سنائی کہ سب لوگ انکل خان رحمان کے ہاں ہی جمع ہو رہے ہیں... وہاں سے پھر کیس کے لیے نکلیں گے...

''چلو یہ ٹھیک رہے گا... اس طرح خان رحمان کو بھی برا نہیں لگے گا۔''

''جی ہاں انکل۔''

تھوڑی دیر بعد ہی وہ خان رحمان کے گھر کا رخ کر رہے تھے... اور ان کے ساتھ زینب اور فاطمہ بھی تھیں اور بیگم جمشید بھی... ان دونوں کے لیے ان کی والدہ کے کہنے پر اجازت لی گئی تھی...

خان رحمان اور گھر کے باقی سب افراد نے ان کا دروازے پر استقبال کیا ... جب وہ کھانے کی میز پر پہنچے تو انہیں معلوم ہوگیا کہ خان رحمان نے واقعی بہت زبردست اہتمام کیا تھا ... بیسیوں چیزیں تیار کروائی تھیں اور ان چیزوں کی تیاری کے سلسلے میں خاص قسم کے باورچی بلوائے گئے تھے ... اتنا زبردست تکلف انہوں نے پہلے کبھی نہیں کیا تھا ...

کھانے سے فارغ ہو کر انہوں نے کیس پر بات کرنے کا پروگرام بنایا ... خواتین ان سے الگ اندر چلی گئیں ...

ایسے میں انہوں نے ایک پراسرار آواز سنی ... اس آواز کو سب سے پہلے فرزانہ نے سنا ... اس کے کان کھڑے ہوگئے ... اس نے خوف کے عالم میں کہا ...

''م ... محمود ... فف ... فاروق .. تم نے کچھ سنا۔''

☆☆☆

کاغذ

''نن ... نہیں۔'' محمود اور فاروق کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

''میں نے دھم کی آواز سنی ہے ... اور میرے کان دھوکا نہیں کھاتے... نہ وہ بجتے ہیں ... لہذا عورتوں اور بچوں کی فکر کرو ... انکل آپ ان کے کمرے میں چلے جائیں اور پروفیسر انکل آپ بھی ... اور دروازہ اندر سے بند کر لیں۔''

''اور ... اور تم۔''

''ہم دشمن کا سامنا کریں گے۔''

''لیکن تم بھی ہمارے ساتھ اندر کیوں نہیں چلتے۔''

''اس طرح ہم سب اس کمرے میں پھنس سکتے ہیں۔''

''ہوں! خیر ... ہم خواتین سے کہہ دیتے ہیں کہ دروازہ اندر سے بند کر لیں۔''

''ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔''

خان رحمان اس کمرے کے دروازے کی طرف چلے گئے...

''تم لوگ دروازہ اندر سے بند کر لو... فرزانہ کو دھم کی آواز سنائی دی ہے... شاید خطرہ سامنے آنے والا ہے۔''

''اللہ اپنا رحم فرمائے... ہم دروازہ بند کر لیتے ہیں... لیکن اگر ہماری مدد کی ضرورت پڑ جائے تو آواز دے لیجیے گا۔'' بیگم جمشید نے کہا۔

''اچھی بات ہے... لیکن اللہ نہ کرے کہ ایسی نوبت آئے۔''

''آمین!'' سب نے ایک ساتھ کہا... ساتھ ہی دروازہ بند ہونے کی آواز گونج اٹھی... ادھر دوسری طرف انہوں نے زینے پر بہت سے لوگوں کے اترنے کی آواز سنی...

''اللہ اپنا رحم فرمائے۔'' ان کے منہ سے نکلا۔

پھر وہ مقابلے کے لیے تیار ہو گئے... سیڑھیاں اترنے والے آخر ان کے سامنے آ گئے... یہ دیکھ کر انہیں بہت حیرت ہوئی کہ وہ ان کے پڑوسی سردار بیگ تھے۔

''ارے! یہ تو ہمارے پڑوسی ہیں سردار بیگ۔'' خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

''تو آپ کیا خیال کر رہے تھے بھائی۔'' ان کے پڑوسی نے فوراً کہا۔

''ہم خیال کر رہے تھے... دشمن اوپر سے نیچے آ رہا ہے... لیکن یہ تو آپ ہیں... آپ اس طرح کیوں آئے۔'' خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

ان کے پڑوسی سردار بیگ نے کوئی جواب نہ دیا... ان کے چہرے پر خوف ہی خوف تھا...

''کیا ہوا بیگ صاحب... خیر تو ہے۔''

انہوں نے ڈرے ڈرے انداز میں اوپر کی طرف اشارہ کیا... اب انہوں نے نظریں اوپر اٹھائیں... اوپر پانچ عدد خوفناک قسم کے افراد نظر آئے... ان کے ہاتھوں میں پستول تھے اور ان کے نالوں کا رخ ان کی طرف تھا... اور ایک ان میں سے زینے کی طرف بھی تھا... جس نے سردار بیگ کو زد پر لیا ہوا تھا...

''تمہارے پڑوسی کے سارے گھر والے اس وقت ہمارے قبضے میں ہیں... یقین نہ آئے تو اپنے پڑوسی سے پوچھ لو۔''

انہوں نے سردار بیگ کی طرف دیکھا... انہوں نے ہاں میں سر ہلا کر ان کی بات کی تصدیق کر دی... یعنی وہ لوگ درست کہہ

رہے تھے ...

"اچھا! آپ فکر نہ کریں ... انہیں ہم سے کام ہے ... آپ کو تو انہوں نے یرغمال بنایا ہے ... ہاں! آپ لوگ کیا چاہتے ہیں۔"

"تم لوگ ہاتھ اٹھا دو ... پہلے ہم تمہاری تلاشی لیں گے ... پھر بتائیں گے کہ ہم کیا چاہتے ہیں ... اور اگر چوں چرا کی تو تمہارے پڑوسی کے گھر کے افراد زندہ نہیں بچیں گے ... مطلب یہ کہ تم نے اگر ذرا سی بھی کوئی گڑبڑ کی... کوئی چالاکی دکھانے کی تو ہم اپنے ساتھیوں کو حکم دے دیں گے ... وہ انہیں بھون کر رکھ دیں گے ..."

"نن ... نہیں۔" سردار بیگ لگے تھر تھر کانپنے۔

"بیگ صاحب! آپ فکر نہ کریں ... گھبرائیں نا ... ہم آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے دیں گے ... ان کی بات پر عمل کریں گے ... اپنے ہاتھ اٹھا دیں ... انہیں تلاشی لے لینے دیں۔" محمود نے پرسکون آواز میں کہا۔

انہوں نے ہاتھ اٹھا دیئے ... اب ان میں سے دو نیچے آئے اور باری باری ان کی جیبیں خالی کرنے لگے... ایسے میں فاروق کی جیب سے ایک کاغذ نکلا ... اس نے کاغذ کو کھول کر دیکھا اس میں ایک

چھوٹا سا میموری کارڈ تھا اسے دیکھتے ہی وہ چلا اٹھا ...

"مل گیا ... وہ مارا۔"

"کیا مارا! تمہیں کیسے پتہ کہ یہ وہی میموری کارڈ ہے جس کی تلاش میں ہم آئے ہیں ... ادھر دو مجھے میں اپنے موبائل میں لگا کر چیک کروں۔" استاد نے کہا ...

اس نے میموری کارڈ استاد کی طرف بڑھا دیا۔ استاد نے اپنے موبائل فون میں سے اپنا میموری کارڈ نکال کر یہ والا میموری کارڈ لگایا ... کچھ دیر چیک کرتا رہا ... پھر بولا۔

"بہت خوب! یہ ہوئی نہ بات ... اب ہم باس سے انعام کے حق دار ٹھہریں گے۔"

"یہ ... یہ کیسا کاغذ ہے فاروق اور اس م ... میں یہ کس کا میموری کارڈ ہے؟" محمود ہکلایا۔

"م ... مجھے۔" اس نے کہنا چاہا۔

"سنو! ہم جا رہے ہیں ... اگر تم لوگوں نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو اپنے پڑوسیوں کو زندہ نہیں پاؤ گے ... سردار بیگ تم چھت پر آ جاؤ ... ہم تمہیں اپنے ساتھ گاڑی میں لے جائیں گے ... اور کچھ دور پہنچ کر اتار دیں گے ... تم آسانی سے اپنے گھر

آجاؤ گے ... بس شرط یہ ہے کہ ان کی طرف سے کوئی شرارت نہ ہو ... یہ لوگ شرارت سے باز نہیں آتے، اسی لیے اس بار ہم نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔''

ان کے پڑوسی سردار بیگ نے ان کی طرف التجا کے انداز میں دیکھا ... محمود نے فوراً کہا۔

''آپ فکر نہ کریں ... ہم کوئی حرکت نہیں کریں گے ... معاملہ سردار بیگ صاحب کا نہ ہوتا تو اور بات تھی ... آپ لوگوں کی ترکیب کامیاب رہی ... آپ جا سکتے ہیں۔''

''ہوگئے نا سیدھے ... اب یہ بھی سن لو ... اگر تم یہ سوچ رہے ہو کہ ہمارا تعاقب شروع کر دو گے اور جب ہم سردار بیگ کو اتار دیں گے تو اس وقت تم اپنا کوئی پروگرام شروع کرو گے تو یہ خیال بھی دل سے نکال دو ... تم ایسا نہیں کر سکو گے ... ہم سردار بیگ کو پورے اطمینان کے بعد چھوڑیں گے۔''

''ہم ان کی زندگی خطرے میں نہیں ڈالیں گے۔'' محمود نے فوراً کہا۔

''اچھی بات ہے۔''

اور پھر وہ اوپر سے ہی واپس چلے گئے ...

''یہ کیا ہوا ... وہ کاغذ کیسا تھا اور وہ میموری کارڈ تمہارے ہاتھ کہاں سے لگا۔'' فرزانہ نے فاروق کو گھورا۔

''تت تو ... کھا جانے والی نظروں سے کیوں گھور رہی ہو۔''

''تو اور کن نظروں سے گھوروں ... وہ کاغذ کیسا تھا۔'' وہ چلائی۔

''وہ کاغذ۔'' فاروق نے سرد آہ بھری۔

''ہاں! وہ کاغذ۔'' محمود نے بھی پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

''لگتا ہے ... دونوں مجھے کچا چبا جائیں گے ... میں مانتا ہوں ... ہوگئی غلطی۔''

''جلدی بتاؤ ... کیا غلطی ہوئی تم سے۔''

''غلطی یہ ہوئی کہ میں اس کاغذ کو بھول گیا، اس میں جو میموری کارڈ تھا اسے موبائل یا کمپیوٹر میں لگا کر بھی نہ دیکھا کہ اس میں کیا ہے ... اور اب وہ ہاتھ نکل بھی گیا۔''

''اوہو! یہ بھی تو بتاؤ نا ... وہ کاغذ اور اس میں رکھا میموری کارڈ تمہارے ہاتھ کیسے لگا تھا۔''

''وہ کاغذ ... عبدالشکور کی ایک قمیص کی جیب سے ملا تھا ... صندوق میں اس کے کپڑے موجود تھے ... میں پروگرام کے مطابق

جاگ رہا تھا اور محمود تم اس وقت سو گئے تھے ... یعنی زینب آنٹی کے
گھر میں ہم دونوں رہ گئے تھے اور ان دونوں کو گھر بھیج دیا تھا ... میں
نے وقت گزاری کے لیے تلاشی شروع کر دی ... ایسے میں وہ ٹرنک
نظر آیا ... اس میں عبدالشکور کے کاغذات تھے ... بس ان میں سے
ایک قمیص میں وہ کاغذ ملا ... میں نے ابھی اسے کھول کر یہی دیکھا تھا
کہ اس میں ایک عدد میموری کارڈ ہے کہ اسی وقت آہٹ سنائی دی ...
میں نے وہ کاغذ فوراً جیب میں رکھ لیا اور تمہیں جگانے لگا ... اس کے
بعد حالات کچھ اس طرح پے در پے پیش آئے کہ وہ کاغذ ذہن سے ہی
نکل گیا ... اب ان لوگوں نے نکالا اور یہ کہا کہ مل گیا ... تو اس
وقت مجھے یاد آیا۔''

''تب وہ ضرور بہت اہم میموری کارڈ تھا ... اور اس میں کوئی
بہت اہم چیز تھی افسوس! تم اسے چیک نہ سکے ... نہ اسے کہیں حفاظت
سے رکھ سکے ... تم ہو ہی نکمے۔'' محمود نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

''کہہ لو بڑے بھائی ... اب غلطی ہو گئی۔'' فاروق نے بے بسی
کے عالم میں کہا۔

''خیر ... یہ بات تو محمود نے بالکل درست کہی۔'' فرزانہ نے
پورے سنجیدگی سے کہا۔

''کون سی؟'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

'' یہ کہ تم ہو ہی نکمے۔''

''حد ہو گئی ... یعنی کہ ... توبہ ہے تم سے ...'' فاروق بھنا
اٹھا۔

''اب آؤ ... پہلے سردار بیگ کے گھر والوں کی خبر لیں ...
ابھی تو وہ بھی بندھے پڑے ہوں گے۔''

وہ چھت کے ذریعے سردار بیگ کے گھر میں داخل ہوئے ...
وہاں واقعی ان کے بیوی بچے بندھے پڑے تھے ... انہیں جلدی جلدی
کھولا گیا ... تب بیگم سردار بیگ نے کہا۔

''اور ... اور بیگ صاحب کہاں ہیں۔''

''وہ تھوڑی دیر تک گھر پہنچ جائیں گے ... آپ فکر نہ کریں۔''

''اللہ کرے۔'' ان سب نے کہا۔

''یہ سب ہماری وجہ سے ہوا ... وہ ہم سے اپنی ایک چیز حاصل
کرنا چاہتے تھے ... انہوں نے اس کے لیے یہ انوکھا طریقہ اختیار کیا
... ویسے حیرت ہے ... یہ لوگ ہیں کیا چیز ... ہر جگہ پہنچ جاتے ہیں
... کیا اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ ہم سے بہت اچھی طرح واقف
ہیں۔''

''ضرور یہی بات ہے۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''تب پھر انکل اکرام کے ریکارڈ میں گوگا کا ریکارڈ ضرور ملے گا... ارے ہاں... ایک اور بات ہم بھول گئے... پتا نہیں اس کیس کو ہے کیا... گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہا ہے اور ہمیں سوچنے سمجھنے اور کچھ کرنے کی مہلت نہیں دے رہا... میں یہ کہنے جا رہا تھا کہ استاد نے ہمیں ان لوگوں کے نام پتے بتائے تھے... جن کے ہاں اس کے باس نے ان سے چوریاں کرائی تھیں اور چوریاں بھی صرف اور صرف دستاویزات کی کرائی تھیں... اسی سلسلے میں تو ہم وقار خان کے ہاں گئے تھے... وہ وقار خان اور اس کے بیوی بچے ہمیں جل دے کر غائب ہونے میں کامیاب ہوگئے... اور نہ اس نے یہ بتایا کہ اس کے کس قسم کے کاغذات چرائے گئے تھے... لیکن ابھی ہمارے پاس چار نام اور ہیں... ان کے گھروں سے بھی تو گوگا نے صرف کاغذات ہی چرائے تھے... سو کیوں نہ ہم دوسرے نام والے شخص کو بھی چیک کرلیں۔''

''بہت اچھی بات ہے۔'' فرزانہ نے خوش ہو کر کہا۔

''بالکل ٹھیک... بلکہ بہت خوب... اس کیس میں ہم بھول بھی رہے ہیں اور کام کی باتیں یاد بھی آرہی ہیں... چلو پھر دوسرے شخص

کو بھی چیک کر لیتے ہیں... اور پہلی فرصت میں اس سے یہ پوچھیں گے کہ ان کے گھر سے کس قسم کے کاغذات چرائے گئے تھے۔''

''بالکل ٹھیک۔'' انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

''تو پھر آیئے... چلیں۔''

عین اسی لمحے خان رحمان کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی...

☆☆☆

وہی نام

خان رحمان نے اسکرین پر نظر ڈالی اور پھر چونک اٹھے ... ان کے پڑوسی سردار بیگ کا فون تھا۔ وہ بے تابی کے عالم میں بولے:

"سردار بیگ! کیا رہا... کہاں ہیں آپ۔"

"انہوں نے مجھے چھوڑ دیا ہے ... لیکن شہر سے باہر اب یہاں سے واپسی کا مسئلہ ہے ... میں کسی کار یا بس کا انتظار کر رہا ہوں۔"

"آپ سڑک کے بارے میں بتائیں، ہم آجاتے ہیں آپ کو لینے کے لیے۔"

"اور ... میرے گھر والوں کا کیا بنا۔"

"ان کی رسیاں کھول دی گئی ہیں ... وہ بالکل ٹھیک ہیں۔"

"بس تو پھر آپ آجائیں ... ورنہ پتا نہیں مجھے کب تک کھڑا رہنا پڑے۔"

"اچھی بات ہے ... ہم آرہے ہیں آپ فکر نہ کریں۔"

اور پھر وہ خان رحمان کی گاڑی میں گئے اور سردار بیگ کو لے آئے ... ان کی طرف سے فارغ ہو کر وہ خان رحمان کے ڈرائنگ روم میں آبیٹھے ...

"ہاں تو محمود ... ہم کیا بات کر رہے تھے۔"

"میں تو کہتا ہوں ... یہ کیس تمہارے بس کا نہیں ... جمشید کو بلا لو۔"

"یہ تو معلوم نہیں انکل کہ یہ کیس ہمارے بس کا ہے یا نہیں ... ہم اسے حل کر سکیں گے یا نہیں ... لیکن ابا جان بالکل فارغ نہیں ہیں ... وہ کسی بہت ضروری کیس میں مصروف ہیں ... ہم اس بارے میں ان سے پہلے ہی بات کر چکے ہیں، لہذا یہ خیال تو آپ دل سے نکال دیں کہ وہ اس کیس میں ہمارے ساتھ شامل ہو جائیں گے، ہاں ... ہم ان سے مشورہ لے سکتے ہیں ... اور جب ضرورت پیش آئے گی ... ہم ایسا کریں گے۔"

"محمود ... ہم نے ابھی تک صرف وقار خان کو چیک کیا ہے ... جب کہ جن لوگوں کے گھروں سے استاد اور اس کے ساتھیوں نے کاغذات چرائے ہیں ... وہ تو کئی نام ہیں ... لہذا تم اگلا نام بتاؤ ... ہم وہاں بھی ہو آتے ہیں ... وقار خان ... اس کی بیگم اور لڑکی تو بہت

چالباز نکلے ... لیکن ... ضروری نہیں کہ یہ سب لوگ ایسے ہی ہوں ... اگلا نام کیا ہے بھلا۔''

''میں نے ابھی تک اگلا نام پڑھ کر بھی نہیں دیکھا ... پہلے نام پتے پر نظر ڈالتے ہی ہم اس طرف روانہ ہوگئے تھے۔'' محمود نے کہا اور جیب سے نوٹ بک نکالنے لگا ... جب ایک منٹ گزر گیا تو فاروق نے بھنا کر کہا۔

''نوٹ بک کے پر تو نہیں نکل آئے ... اور وہ اڑنچھو تو نہیں ہوگئی۔''

''گھبراؤ نہیں ... نوٹ بک موجود ہے ... مجھے ایک خیال آگیا تھا... اس لیے میرے ہاتھ رک گئے تھے۔''

''چلو کوئی بات نہیں ... اب تم پہلے وہ خیال بتا رہے ہو یا نوٹ بک میں نام دیکھ رہے ہو۔''

''پہلے خیال کیوں نہ بتا دوں۔''

''نیکی اور پوچھ پوچھ۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''خیال یہ آیا ہے کہ ... آخر عبدالشکور کو کیوں قتل کیا گیا ... وہ تو اس گروہ کا آدمی تھا ہی نہیں ... اگر ہم یہ معلوم کرلیں تو گویا پورا کیس ہی حل کرلیں گے۔''

''سوال تو پھر وہی ہے ... آخر کس طرح معلوم کریں۔''

''آنٹی زینب اور ان کی بیٹی فاطمہ سے ہم ضرور کام کی بات معلوم کر سکتے ہیں ... ہم نے تو ان سے کوئی بات معلوم کرنے کی کوشش کی ہی نہیں ... قتل ہونے سے پہلے کیا پتا انہوں نے کوئی ایسی بات انہیں بتائی ہو ... جس کا انہیں خیال ہی نہ آیا ہو ... لیکن ہم تو انہیں یہ خیال دلا سکتے ہیں۔'' محمود کہتا چلا گیا۔

''محمود کی بات دل کو لگتی ہے۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

''بالکل یہی بات ہے۔'' پروفیسر داؤد نے اس کی تائید کی۔

''اچھی بات ہے ... پہلے گھر چلتے ہیں ... لیکن نوٹ بک میں نام دیکھنے میں کیا حرج ہے۔'' فاروق نے کہا۔

''کوئی حرج نہیں۔'' سب ایک ساتھ بولے۔

محمود نے نوٹ بک کھولی ... اور اگلا نام پڑھا ...

''خاقان۔''

''میرا خیال ہے کہ گھر چل کر ہم بعد میں بات کریں گے ... پہلے خاقان سے مل لیں ... معلوم تو ہو ... اس کے کس قسم کے کاغذات چرائے گئے اور یہ پراسرار قسم کا باس آخر کر کیا رہا ہے اور بے چارے عبدالشکور کا اس معاملے سے آخر کیا تعلق تھا۔''

’’ ٹھیک ہے … ابھی ہمیں ماں بیٹی سے بھی کچھ نہ کچھ معلوم کرنے کی کوشش کرنی ہے۔‘‘

اور پھر وہ خاقان کے پتے کے مطابق وہاں سے روانہ ہوئے… یہ فاصلہ 35 منٹ کا تھا … انہوں نے دیکھا، وہ ایک بہت بڑی کوٹھی تھی … محل نما … لیکن یہ دیکھ کر ان کے منہ بن گئے کہ وہاں بھی گیٹ پر ایک بڑا سا تالہ لٹکا ہوا تھا … اور یوں لگتا تھا جیسے کوٹھی کے رہنے والے کہیں چلے گئے ہیں …

’’دائیں بائیں والوں سے پوچھتے ہیں … وہ کچھ تو بتائیں گے۔‘‘

’’ٹھیک ہے۔‘‘

انہوں نے دائیں طرف والی کوٹھی کی گھنٹی کا بٹن دبا دیا… فوراً ہی ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر نکل آیا …

’’ جی فرمایئے۔‘‘

’’یہ خاقان صاحب کہاں گئے ہیں … کچھ معلوم ہے آپ کو۔‘‘

’’کل تک تو یہیں تھے … رات کے وقت نہ جانے کیا سوجھی کہ اچانک ہی چلے گئے … ہم تو خود حیران ہیں۔‘‘

’’اوہ … اچھا… شکریہ۔‘‘

اور پھر تھکے ہارے وہ واپس اپنے گھر آگئے … ان کے والد ابھی تک گھر نہیں آئے تھے … والدہ نے گھورتی نظروں سے ان کا استقبال کیا …

’’کچھ کھانے پینے کا بھی ہوش ہے یا نہیں۔‘‘

’’جی نہیں … ‘‘ انہوں نے ایک ساتھ کہا …

’’کیا … کہا … جی نہیں۔‘‘ وہ چلاّئیں۔

’’جی ہاں! یہی کہا ہے … ہمیں کھانے پینے کا ہوش نہیں … لیکن اب آپ کی خوشی کے لیے کچھ کھا لیتے ہیں۔‘‘

’’اللہ کا شکر ہے۔‘‘ انہوں نے فوراً کہا۔

اور وہ ڈرائنگ روم میں چلے آئے … جلد ہی وہ خوش گوار ماحول میں کھانا کھا رہے تھے … اس کے بعد انہوں نے زینب اور فاطمہ کو بھی ڈرائنگ روم میں بلا لیا… وہ قدرے حیران نظر آئیں:

’’ آپ سے ہمیں کچھ معلوم کرنا ہے۔‘‘

’’ہم سے۔‘‘ زینب کے منہ سے نکلا۔

’’ جی آپ سے … کیونکہ کیس حد درجے پیچیدہ ثابت ہوتا جا رہا ہے … ہر لمحے الجھتا جا رہا ہے … اور ہم ابھی تک اس میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں کر سکے … کیونکہ مجرم بہت چالاک ہے …

اس نے پہلے ہی ہر طرح کی پیش بندی کرلی ہے ... ہمیں جو بھی سراغ ملتا ہے، ہم فوراً وہاں جاتے ہیں... لیکن وہاں ناکامی ہم سے پہلے پہنچی ہوئی ہوتی ہے ... اور اس مرتبہ ہمارے والد صاحب ساتھ ہیں نہیں ... ورنہ شاید وہ مجرم کی پیش بندی کے جواب میں اپنی پیش بندی کرلیتے ... اور اب تک مجرم شکنجے میں آچکا ہوتا ... لیکن بہرحال آپ پریشان نہ ہوں ... ہم ان شاء اللہ مجرم تک پہنچ جائیں گے ... اس کے خلاف ہمارے پاس بہت سا مواد جمع ہو چکا ہے ... لیکن ابھی کچھ باتیں ایسی ہیں ... جن کی وجہ سے ہم اس تک نہیں پہنچ پا رہے ... اسی لیے ہم ایک بار پھر آپ کے پاس آئے ہیں۔"

"آپ ہمارے پاس نہیں ... اپنے گھر آئے ہیں۔" زینب نے ہنس کر کہا۔

"چلیے یونہی سہی ... اب ہم آپ سے کچھ سوالات کریں گے ... آپ ان کے جوابات خوب سوچ سمجھ کر دیجیے گا ... جواب دینے میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔"

"اچھی بات ہے ... پوچھیے۔"

"آپ کے شوہر عبدالشکور صاحب رضا انڈسٹری میں کب سے کام کر رہے تھے۔"

"جی ... تقریباً تین سال سے، اس سے پہلے باہر عام لوگوں کے ساتھ مزدوری کیا کرتے تھے ... پھر کسی نے انہیں بتایا کہ رضا انڈسٹریز میں کچھ مزدوروں کی جگہیں ہیں اور وہاں مستقل ملازم رکھا جائے گا ... جب کہ باہر تو مزدوروں کو کبھی مزدوری ملتی ہے کبھی نہیں ملتی ... میرے شوہر نے اس بارے میں مجھ سے بات کی ... ہم پہلے ہی اس سلسلے میں پریشان رہتے تھے، کیونکہ مہینے میں آٹھ نو دن ضرور خالی چلے جاتے تھے اور گزر بسر بہت مشکل سے ہوتی تھی ... چنانچہ میری اور فاطمہ کی رائے لے کر انہوں نے اس کارخانے میں ملازمت کرلی... عام مزدوری سے انہیں اگر روزانہ چار سو روپے ملتے تھے ... تو وہاں سے چھ سو روپے ملنے لگے ... یعنی ایک ماہ کے انہیں اٹھارہ ہزار تنخواہ ملنے لگی اور اس طرح ہمیں کچھ بے فکری سے ہو گئی۔"

"آپ کو پتا ہے ... وہ کارخانہ کس چیز کا تھا۔"

"انہوں نے بتایا تھا ... وہ دواؤں کا کارخانہ تھا۔"

"بالکل ٹھیک ... انہوں نے کارخانے کے بارے میں کبھی کوئی بات بتائی ہو ... کبھی کوئی پریشانی ظاہر کی ہو۔"

"کارخانے میں کام کرتے انہیں دو سال ہو گئے تھے ... دو سال تک تو انہیں کبھی کوئی پریشانی محسوس نہیں ہوئی ... لیکن پھر وہ

پریشان رہنے لگے تھے ... کہا کرتے تھے ... اب مجھے یہ ملازمت چھوڑ دینی چاہیے ... لیکن زیادہ پریشانی انہیں یہ تھی کہ چھوڑ کر کریں گے کیا ... 18 ہزار میں سے ہم لوگ دو سال میں کوئی خاص رقم بھی نہیں بچا پائے تھے کہ کچھ کام ہی کر لیتے ... جب ہم نے انہیں کریدا کہ آخر وہ اس کارخانے کی نوکری کیوں چھوڑنا چاہتے ہیں تو انہوں نے کہا تھا ... میں تم لوگوں کو بتاؤں گا ... پہلے میں اپنا شک دور کر لوں ... غالباً اس کارخانے میں کوئی غلط کام ہو رہا تھا ... لیکن افسوس ... وہ ہمیں کچھ نہ بتا سکے ... اور ہمیں ان کی لاش ملی ۔''

''ہوں ... کیا آپ نے رپورٹ لکھواتے وقت یہ بات بتائی تھی ... کیونکہ اس صورت میں تو زیادہ امکان یہی بنتا تھا کہ کارخانے کے مالک نے انہیں قتل کر دیا ہو۔''

'' ہم یہ باتیں نہیں سوچ سکے تھے ... ہم نے تو بس سیدھی سادی رپورٹ درج کرائی تھی ... یعنی گمشدگی کی ۔'' انہوں نے بتایا۔

''اور اس پولیس افسر کا نام کیا تھا جس نے رپورٹ لکھی تھی ۔''

''ان کا نام سب انسپکٹر خادم تھا ۔''

'' اچھی بات ہے ... ہم سب انسپکٹر خادم سے ملنے جا رہے ہیں ... ویسے کوئی اور بات جو آپ بتا سکیں ۔''

'' اس وقت تو کوئی بات ذہن میں نہیں ہے ... یاد آئی تو بتا دیں گے ... '' زینب نے کہا۔

'' ٹھیک ہے ... آپ فکر نہ کریں ... ہم اللہ نے چاہا تو اس کیس کے مجرم کو ضرور پکڑیں گے ... اور بہت جلد پکڑیں گے ... وہ لاکھ چالاک سہی ۔''

وہ اسی وقت عبدالشکور کے علاقے کے تھانے پہنچے ... اندر انسپکٹر روشن خلیل موجود تھے ... انہیں دیکھ کر چونک اٹھے ... لیکن پھر ان کے ساتھ خان رحمان اور پروفیسر داؤد کو دیکھ کر حیرت زدہ سے رہ گئے ... علیک سلیک کے بعد انسپکٹر روشن نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

''تو آپ لوگ یہاں بھی آ گئے ۔''

'' مجبوری ہے جناب! ہمیں سب انسپکٹر خادم سے ملنا ہے ۔''

'' سب انسپکٹر خادم ... اس کا تو یہاں سے تبادلہ ہو گیا ہے ... غالباً دو ماہ پہلے ۔''

''خیر کوئی بات نہیں ... وہ کہاں لگے ہوئے ہیں ۔''

'' کاشن پور میں ۔''

'' کاشن پور ... خیر ہم ان سے وہاں مل لیتے ہیں ... آپ مہربانی فرما کر مقتول عبدالشکور کی فائل نکلوا دیں ... وہ چھ نومبر کو قتل

ہوئے تھے۔''

''کیوں نکلوا دوں ... آپ مجھے حکم دینے والے کون ہوتے ہیں۔'' اس نے جل کر کہا۔

''ہم حکم نہیں دے رہے ... درخواست کر رہے ہیں۔''

''تب پھر درخواست نامنظور۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

'' آپ کی مرضی ... ''محمود نے برا سا منہ بنایا ... پھر جیب سے موبائل نکال کر نمبر ڈائل کیا۔

''کسے فون کر رہے ہیں۔''

''جو ہمیں فائل دلوا سکے۔''

''ہاں ضرور کوشش کریں ... کوئی حرج نہیں ... لیکن میں فائل نکلوا کر نہیں دوں گا ... اس بات کو لکھ لیں۔''

''جی اچھا! ابھی لکھ لیتے ہیں ... فکر نہ کریں۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

محمود اور فرزانہ ہنس پڑے۔

''کس بات پر ہنس رہے ہو تم لوگ۔'' انسپکٹر روشن خلیل نے کہا۔

اسی وقت سلسلہ مل گیا ... اور آئی جی شیخ نثار احمد کی آواز سنائی

دی: ''ہاں محمود۔''

محمود نے صورت حال بتائی ... انہوں نے معمول کے مطابق کہا: ''موبائل انہیں دو۔''

''یہ لیں ... آئی جی صاحب سے بات کر لیں۔''

موبائل لینے سے پہلے انسپکٹر خلیل نے اسے گھور کر دیکھا ... پھر موبائل میں بولا ...

''جی سر سلام علیکم۔''

'' فائل انہیں دے دی جائے اور ان سے ہر ممکن تعاون کیا جائے ... کیا آپ نہیں جانتے کہ یہ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔''

''جی نہیں ... انہوں نے نہیں بتایا تھا۔'' اس نے منہ بنا کر کہا۔

''اچھا ... فائل انہیں دے دیں ... یہ فائل ساتھ لے جانا چاہیں تو ساتھ لے جانے دیں۔''

''اچھی بات ہے۔''

اب اس نے اپنے ایک ماتحت کے ذریعے فائل نکلوائی اور انہیں دے دی ... ساتھ ہی اس نے کہا۔

'' آپ یہ ساتھ ہی لے جائیں ... کیونکہ آپ اس کے مطالعے میں نہ جانے کتنی دیر لگائیں ... اس رجسٹر پر یہاں دستخط کر دیں ...

تاکہ ہم افسران کو پوچھنے پر دکھا سکیں کہ فائل آپ لوگوں کے پاس ہے۔''

''جی اچھا۔''

انہوں نے دستخط کیے ... انسپکٹر روشن خلیل کا شکریہ ادا کیا اور تھانے سے باہر آگئے ... اب پھر انہوں نے گھر کا رخ کیا ... گھر آکر لائبریری میں آگئے ... فرش پر بیٹھ کر انہوں نے فائل کھول لی ... اور ایک ساتھ اسے پڑھنے لگے ...

ان کی حیرت اب اور تیزی سے بڑھ رہی تھی ...

☆☆☆

تبادلہ

سب انسپکٹر خادم نے مقتول عبدالشکور کے کیس پر کچھ کام کیا ضرور تھا... لیکن پھر اس کا اس تھانے سے تبادلہ کر دیا گیا ... پھر اس کے بعد فائل کو ہاتھ نہیں لگایا گیا تھا ... فائل میں پوری کارروائی درج تھی ... اس میں لکھا تھا ...

''چھ نومبر کی صبح ایک نامعلوم شخص نے فون کیا کہ جنگل میں ایک لاش پڑی ہے ... اس نے جنگل میں اس جگہ کی نشان دہی بھی کی ... میں اپنے عملے کے ساتھ موقع پر پہنچا ... وہاں واقعی لاش موجود تھی ...اسے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا گیا تھا ... جائے واردات سے کوئی کام کی چیز نہ مل سکی ... لاش کے کپڑوں کی تلاشی لی گئی تو اس کا شناختی کارڈ اور روزمرہ استعمال کی چند چیزیں مل گئیں ... ان میں ایک کنگھا ... ایک پین ... ایک چھوٹی سی نوٹ بک شامل ہیں... نوٹ بک میں مقتول نے روزمرہ ضرورت کی چیزوں کے نام لکھے

تھے... یعنی بازار سے اسے جو چیزیں لانی ہوتی تھی، وہ نوٹ بک میں لکھ لیتا تھا... اس کے علاوہ کوئی اور ایسی چیز نہیں ملی جس سے کوئی سراغ لگایا جا سکتا...

جائے واردات کا نقشہ بنایا گیا... ہر زاویئے سے اس کی تصاویر لی گئیں... وہ تصاویر فائل میں موجود ہیں... شناختی کارڈ پر درج پتے کے ذریعے اس کے گھر گیا... گھر والوں کو موت کی اطلاع دینا بہت مشکل ثابت ہوا، کیونکہ وہاں صرف مقتول کی بیوی اور بیٹی تھیں... اور کوئی نہیں تھا... پھر بھی انہیں بتانا پڑا... انہیں ساتھ لے جا کر لاش دکھائی... انہوں نے پہچان لی... عبدالشکور کے بارے میں ان سے معلومات لیں... انہوں نے بتایا، مقتول رضا انڈسٹری میں کام کرتا تھا... اور گھر سے کام پر جانے کے لیے ہی نکلا تھا... لیکن شام کو واپس نہ آیا... انہوں نے محلے والوں کے ذریعے اسے ادھر ادھر تلاش کروایا... لیکن اس کا کوئی پتا نہ چلا... دوسرے دن لاش کی اطلاع ملی... میں نے اپنی تفتیش کا آغاز اس کارخانے سے کیا ... میں کارخانے کے مالک سے ملا... اس کا نام وقار خان ہے... وقار خان نے بتایا کہ عبدالشکور بہت اچھا اور محنتی آدمی ہے... ڈیوٹی پر عین وقت پر آتا ہے... اور وقت پر چھٹی کرتا ہے... اس سے

کسی کو کوئی شکایت نہیں... نہ اس کا کسی سے کوئی جھگڑا ہوا تھا... بس وہ اور کوئی بات نہ بتا سکا... اب کل یا پرسوں... میرا ارادہ اس کے گھر کی چیزوں کی تلاشی لینے کا ہے۔''

اس کے علاوہ معمول کی تمام کارروائیوں کا اندراج کیا گیا تھا ... لیکن گھر کی چیزوں کی تلاشی کا اس فائل میں کوئی ذکر نہیں تھا... اس کے بعد فائل میں کوئی کارروائی درج نہیں تھی... اور اس کا مطلب ہے... انہی دنوں اس کا تبادلہ کر دیا گیا تھا اور نئے آنے والے نے اس فائل کو ہاتھ ہی نہیں لگایا تھا اور یہ ایک عجیب بات تھی ... پولیس عملی طور پر چاہے کوئی کارروائی نہ کرے... وہ خانہ پری کرنے کے لیے اندراج ضرور کرتی... یعنی فرضی کارروائی لکھ دیتی ... لیکن اس فائل میں تو یہ کام بھی نہیں کیا گیا تھا...

''اس کا مطلب ہے... ہمیں ایک بار پھر انسپکٹر روشن خلیل سے ملنا پڑے گا اور سب انسپکٹر خادم سے بھی ملاقات کرنا ہوگی... اور میرا خیال ہے... پہلے سب انسپکٹر خادم سے مل لیا جائے... معلوم تو ہو ... اس نے فائل پر کام شروع کیا ہوا تھا... پھر کیا ہوا۔''

''ٹھیک ہے... ہم چلتے ہیں۔'' فرزانہ نے پرجوش انداز میں کہا۔

اب وہ تھانہ کاشن پور پہنچے ... سب انسپکٹر خادم موجود نہیں تھے ... وہ گھر گئے ہوئے تھے ... تھانے سے ان کے گھر کا پتا نوٹ کیا گیا اور اس طرح ان کے گھر پہنچے ... گھر دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی وہ چھوٹا سا گھر تھا... پولیس انسپکٹر تو بڑی بڑی کوٹھیوں میں رہتے ہیں ... اور شان دار کاروں میں سفر کرتے ہیں ... محمود نے آگے بڑھ کر گھنٹی بجائی تو ایک ادھیڑ عمر آدمی باہر آگیا ... اس نے حیران ہو کر کہا۔

''ارے باپ رے ... آپ لوگ۔''

''تو آپ ہمیں پہچانتے ہیں۔''

''جی ... بالکل ! آپ کو نہیں پہچانوں گا تو کسے پہچانوں گا۔''

''ہمیں آپ سے کام ہے۔''

''میں ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولتا ہوں۔''

انہوں نے سر ہلا دیے ... جلد ہی وہ ڈرائنگ روم میں اس کے سامنے بیٹھے تھے ... یہاں بھی انہیں بہت سادگی نظر آئی ... وہ اس وقت شلوار قمیص میں تھا... انہوں نے اس کے لیے اچھے جذبات محسوس کیے اور محمود تو کہے بغیر نہ رہ سکا:

''آپ پولیس میں ملازم ضرور ہیں ... لیکن پولیس والے لگتے نہیں۔''

اس کی بات سن کر وہ بس مسکرا دیے ... محمود نے پھر کہا۔

''لگتا ہے ... آپ رشوت سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔''

''اللہ کا شکر ہے۔'' اس نے فوراً کہا۔

''بات سمجھ میں آگئی ... ہم آپ کے پاس عبدالشکور قتل کیس کے سلسلے میں آئے ہیں ... اس وقت آپ لیاقت پور میں لگے ہوئے تھے۔''

''جی ہاں !'' انہوں نے فوراً کہا۔

''یہ ہمارے پاس عبدالشکور قتل کیس کی فائل موجود ہے۔''

''اوہ ... انسپکٹر روشن خلیل نے یہ آپ کو کیسے دے دی۔''

ان کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی ... ان کا سوال سن کر وہ مسکرا دیے ... پھر فاروق نے کہا:

''وہ تو فائل دینے کے لیے کسی طرح بھی تیار نہیں تھے ... ہم اگر اپنا اثر اور رسوخ استعمال نہ کرتے تو وہ ہرگز نہ دیتے۔''

''یہی میرا اندازہ تھا ... خیر فرمایئے ... آپ مجھ سے اس بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں۔'' انہوں نے پرسکون انداز میں کہا۔

''آپ نے اس کیس پر کام شروع کیا تھا ... وقار خان کے

کارخانے بھی گئے تھے ... اس سے ملے بھی تھے ... لیکن پھر فائل میں
کوئی کارروائی نہیں ڈالی گئی ۔''

'' مجھے وہاں سے تبدیل کر دیا گیا تھا ... کیس پر کام کیسے جاری
رکھتا۔'' انہوں نے منہ بنایا۔

'' ہوں ... کیا آپ کو اس کیس پر کام کرتے ہوئے کوئی دھمکی
وغیرہ تو نہیں ملی تھی ۔''

ان کے چہرے پر ایک رنگ آکر گزر گیا ... قدرے پریشان ہو
گئے ... آخر بولے ...

'' آپ کا اندازہ درست ہے ۔''

'' کیا مطلب ۔''

'' کسی نامعلوم آدمی نے مجھے دھمکی دی تھی ... میں اس کیس پر
کام نہ کروں اور اس پولیس اسٹیشن سے اپنا تبادلہ کرا لوں ... اگر نہ
کرایا تو ہم خود کروا دیں گے ... اور تم سے نبٹ بھی لیں گے ۔''

'' اوہ ... اس کا مطلب ہے ... اس دھمکی کے بعد آپ نے
اپنا تبادلہ کروا لیا تھا ۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

'' نہیں ! میں نے تبادلہ نہیں کرایا تھا ... میں نے فیصلہ کیا تھا
... زندگی رہے یا جائے ... اپنا تبادلہ خود نہیں کراؤں گا ... ہاں اور

والے کر دیں تو یہاں سے چلا جاؤں گا۔''

'' اس کا مطلب ہے ... جب آپ نے خود تبادلہ نہ کرایا تو ان
نامعلوم لوگوں نے کروا دیا ۔''

'' جی ہاں ! یہی کہا جا سکتا ہے ۔''

'' تب تو معاملہ آسان ہو گیا ۔'' محمود نے پر جوش انداز میں
کہا۔

'' جی ... بھلا وہ کیسے ؟''

'' اس شخص کا نام معلوم کرنا مشکل نہیں ہو گا ... جس نے آپ
کا تبادلہ کرایا تھا ... اور جب اس کا نام معلوم ہو گیا تو اس کا تعلق اس
کیس کے مجرم سے ثابت ہو جائے گا۔''

'' آپ کی بات ٹھیک ہے ... لیکن شاید آپ اس کا نام معلوم
نہ کر سکیں ۔''

'' بھلا ہم کیوں معلوم نہیں کر سکیں گے ۔''

'' آپ کوشش کر لیں ... یہ صرف میرا خیال ہے ۔''

'' اچھی بات ہے ... ہم آپ کو بتائیں گے کہ اس سلسلے میں ہم
کامیاب ہوئے یا نہیں ۔''

'' میں آپ کے فون کا انتظار کروں گا۔''

'' اگر آپ کو اپنے طور پر کوئی بات پہلے ہی معلوم ہو تو ہمیں بتا دیں ... اس طرح ہمارا وقت بچے گا۔''

'' ایسی کوئی بات نہیں ... یہ صرف میرا اندازہ ہے ... کہ آپ اس شخص کا نام معلوم نہیں کر سکیں گے۔''

''او کے ... آپ کا شکریہ ... اب ہم چلیں گے۔''

''چائے آ رہی ہے ... میں گھر والوں کو کہہ چکا ہوں۔''

'' یہ آپ نے تکلف کیا ... ہمارا تو یہ یوں بھی چائے کا وقت نہیں ہے۔''

''اوہ اچھا... پھر تو میں آپ کو مجبور نہیں کروں گا۔'' انہوں نے قدرے غم زدہ انداز میں کہا۔

'' آپ اس بات کو محسوس کر رہے ہیں ... خیر ہم آپ کی دلجوئی کے لیے پی لیتے ہیں ... آج اپنا اصول توڑ لیتے ہیں۔''

'' اوہ ... شکریہ ... بہت بہت شکریہ۔''

انہوں ان کے ساتھ چائے پی ... چائے بہت پر لطف تھی اور اس سے بھی سادگی کی مہک آ رہی تھی ... آخر وہ ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے باہر آ گئے ... چلتے وقت پروفیسر داؤد نے کہا۔

'' آپ کی چائے نے بہت لطف دیا ... اس میں حلال کی

برکت تھی۔''

''اللہ کا شکر ہے۔'' وہ خوش ہو کر بولے۔

وہ وہاں سے سیدھے انسپکٹر روشن خلیل کے پولیس اسٹیشن آئے... انہیں دیکھ کر روشن خلیل نے برا سا منہ بنایا۔

'' آپ لوگ پھر آ گئے۔''

'' کیا کریں ... مجبوری ہے۔''

'' خیر ... بتائیں ... اب کیا کام ہے۔''

'' انسپکٹر خادم کی جگہ تبادلے میں آپ ہی یہاں آئے تھے ... یا آپ سے پہلے کوئی اور صاحب آئے تھے۔''

''میں ہی آیا تھا۔'' انہوں نے بھنا کر کہا۔

'' خوب! یہ تبادلہ کس کی سفارش پر ہوا تھا۔''

'' کیا مطلب !!!'' وہ زور سے اچھلا ... اس کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا ...

'' ہم نے پوچھا ہے ... آپ کا یہاں تبادلہ کس کی سفارش پر ہوا تھا۔''

''کسی کی سفارش پر بھی نہیں ہوا تھا ... محکمانہ کارروائی تھی۔'' اس نے جواب دیا۔

''خیر! یونہی سہی ... آپ نے جب یہاں کا چارج سنبھالا ... اس وقت یہ معاملہ بالکل تازہ تھا ... آپ نے اس سلسلے میں کوئی کام نہیں کیا ... کارروائی کو آگے نہیں بڑھایا۔''

''میں اپنے فرائض کے بارے میں خوب جانتا ہوں ... آپ مجھے سبق نہیں پڑھا سکتے ... آپ جا سکتے ہیں۔''

''اچھی بات ہے ... ہم جا رہے ہیں۔''

وہ تھانے سے باہر نکل آئے اور سیدھے آئی جی کے پاس پہنچے ... وہ انہیں دیکھ کر مسکرا دیے ...

''ہم اس کیس میں اللہ کی مہربانی سے برابر آگے بڑھ رہے ہیں ... اب آپ سے ایک کام آپڑا ہے۔''

''ہاں کہو۔''

''6 نومبر کو عبدالشکور نامی شخص قتل ہوا تھا ... اس کا گھر تھانہ لیاقت پور میں شامل ہے، لہذا اس وقت تھانہ لیاقت پور کے سب انسپکٹر خادم نے اس کیس کی تفتیش شروع کی ... لیکن تفتیش شروع کیے ابھی چند دن ہی ہوئے تھے کہ وہاں سے سب انسپکٹر خادم کا تبادلہ کر دیا گیا ... اور ان کی جگہ انسپکٹر روشن خلیل کو لگا دیا گیا۔'' یہاں تک کہہ کر محمود خاموش ہو گیا۔

''اچھا تو پھر؟'' آئی جی صاحب نے فوراً کہا۔

''ہم جاننا چاہتے ہیں کہ یہ تبادلہ کس کی سفارش پر کیا گیا تھا ... کیونکہ اس تبادلے کے بعد انسپکٹر روشن خلیل نے فائل کو ہاتھ تک نہیں لگایا ... اب لگتا ہے ... کسی نے جان بوجھ کر انسپکٹر خادم کو وہاں سے تبدیل کرایا تھا ... تاکہ اس کیس کی تفتیش نہ ہو سکے۔''

''اوہ اچھا ... میں ابھی یہ فائل نکلواتا ہوں اور ان تاریخوں کے رجسٹر بھی ... لیکن ہو سکتا ہے ... یہ تبادلہ محکمانہ کارروائی ہو۔''

''چلیے اس صورت میں ہمیں معلوم تو ہو جائے گا۔''

''اچھی بات ہے۔''

انہوں نے کہا اور اپنے ایک ماتحت کو بلا کر اسے ہدایات دیں ... کوئی پندرہ منٹ بعد اس کی واپسی ہوئی ... اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی ... جونہی اس فائل کو کھولا گیا ... سفارش کرنے والا کا نام ان کے سامنے آ گیا ...

☆☆☆

بڑا آدمی

انہوں نے دیکھا، سفارش ناصر خان ثانی نے کی تھی ... اور وہ سبھی اس نام کے شخص کو بہت اچھی طرح جانتے تھے ... یہ شخص قومی اسمبلی کا ممبر تھا اور جب الیکشن ہوتے، یہ ضرور کامیاب ہوتا تھا اور ہر بار حکومتی پارٹی کی طرف سے ہی الیکشن لڑتا تھا ... ان دنوں بھی وہ قومی اسمبلی کا ممبر تھا ... گویا اس شخص نے سب انسپکٹر خادم کو تھانہ لیاقت پور سے تبدیل کرنے کے لیے سفارش کی تھی اور اس کی جگہ انسپکٹر روشن خلیل کو لگوایا تھا ... تاکہ عبدالشکور کے قتل کی فائل دبا دی جائے ... اس کیس پر کوئی کام نہ ہو...

اب انہوں نے آئی جی صاحب کی طرف دیکھا ... کیونکہ معاملہ اب چھوٹی سطح پر نہیں رہ گیا تھا ... ایک مزدور کے قتل کا معاملہ قومی اسمبلی کے ایک بڑے ممبر تک جا پہنچا تھا اور اب ہر قدم حد درجے محتاط رہ کر اٹھانا تھا ... ان کے والد ان کے ساتھ ہوتے تو اور بات

تھی ... ان کی سرکاری حیثیت تو تھی نہیں۔

"انکل ... اب آپ ہمارے ابا جان کو ادھر بھیج ہی دیں ... کیس بڑے آدمی تک جا پہنچا ہے۔"

"بڑا آدمی ... کیا مطلب۔"

"یہ ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فاروق رہ نہ سکا۔

محمود اور فرزانہ نے گھور کر اسے دیکھا جبکہ آئی جی صاحب مسکرا دیے اور وہ برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔

"سر میں بتاتا ہوں ... مقتول عبدالشکور کا تعلق تھانہ لیاقت پور سے تھا... وہاں اس وقت انسپکٹر خادم لگے ہوئے تھے ... انہوں نے کیس پر نہایت درست طریقے سے اور دیانت داری سے کام شروع کیا ... اب قاتل کو فکر لاحق ہوئی کہ اگر تفتیش جاری رہی تو کہیں پولیس اس تک نہ پہنچ جائے... اس نے اپنے تعلق والے قومی اسمبلی کے ممبر ناصر خان ثانی سے بات کی اور خواہش ظاہر کی کہ فوری طور پر انسپکٹر خادم کا وہاں سے تبادلہ کر دیا جائے ... ناصر خان نے فوراً یہ کام کر دیا ... اس طرح وہاں سے انسپکٹر خادم کو تبدیل کر دیا گیا اور انسپکٹر روشن خلیل کو وہاں لگوا دیا ... انسپکٹر روشن خلیل نے تھانے کا چارج لیتے ہی فائل بند کر دی ... کیونکہ اسے کسی کا ڈر تو تھا نہیں وہ تو

قومی اسمبلی کے ممبر کا خاص آدمی تھا... مطلب یہ کہ ہمیں ناصر خان
سانی سے صرف یہ پوچھنا ہے کہ اس نے کس کے کہنے پر یہ تبادلہ
کرایا تھا۔''

''تو تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟'' آئی جی صاحب نے پریشانی
کے عالم میں کہا۔

''اگر ہم وہاں جاتے ہیں تو وہ کہہ سکتے ہیں... آپ تو محکمہ
پولیس میں ملازم ہی نہیں ہیں... تب ہمارا کیا جواب ہوگا۔''

''سوچ تو تمہاری درست ہے... لیکن تم مجھ سے کیا چاہتے
ہو۔''

''مشورہ۔'' محمود نے فوراً کہا۔

آئی جی ہنس دیے... پھر انہوں نے کہا۔

''تم اکرام کو ساتھ لے جاؤ... یہ سوال سب انسپکٹر اکرام
کرلیں گے... آپ لوگ خاموشی سے جائزہ لے لیں۔''

''انکل اکرام اتنے بڑے عہدے کے تو ہیں نہیں... وہ ان
کے سوال کا جواب نہ دیں تو ہم کیا کریں گے۔''

''یار تم نے تو الجھن میں ڈال دیا... اچھا چلو... میں ساتھ
چلتا ہوں۔'' انہوں نے ہنس کر کہا۔

''کیا... انکل... آپ چلیں گے ہمارے ساتھ۔''

''اب اور کیا کروں... خان صاحب آج کل یہاں ہیں نہیں
... بیرون ملک ڈیوٹی دے رہے ہیں۔''

''لیکن انکل! یہ آپ کی شان کے خلاف ہوگا۔''

''ارے نہیں... کوئی ایسی بات نہیں... سب ٹھیک ہے۔''

جلد ہی وہ آئی جی صاحب کی گاڑی میں ناصر خان سانی
کی کوٹھی کی طرف جا رہے تھے... اور محمود، فاروق اور فرزانہ اس
وقت عجیب سا محسوس کر رہے تھے... انہیں شرم اور گھبراہٹ بھی محسوس
ہو رہی تھی... کہ ان کی وجہ سے شیخ صاحب کو خود جانا پڑ رہا تھا
... لیکن وہ کر بھی کیا سکتے تھے... کیس اس وقت ایسے موڑ پر آکر
رک گیا تھا کہ اس سوال کا جواب ضروری ہو گیا تھا...

''انکل! ہمیں بہت افسوس ہے۔'' پھر بھی محمود نے کہہ دیا۔

''کس بات پر محمود؟'' وہ چونکے... وہ سب گاڑی کے پچھلے
حصے میں تھے۔

''آپ کو ہماری وجہ سے زحمت کرنا پڑی۔''

''آپ کی وجہ سے نہیں... کیس کی وجہ سے... تم لوگ اپنی
ذات کے لیے سب نہیں کرتے پھر رہے... بے چارے پروفیسر داؤد

اور خان رحمان تک تم تینوں کے ساتھ سرگرداں ہیں ۔''

'' پھر بھی ہمیں شرمندگی ہو رہی ہے ۔''

'' کوئی ضرورت نہیں ہے شرمندہ ہونے کی ہاں ۔'' انہوں نے منہ بنایا۔

'' جی اچھا ... آپ کہتے ہیں تو نہیں ہوتے شرمندہ ۔'' فاروق نے گھبرا کر کہا۔

اور وہ ہنسنے لگے ... ایسے میں گاڑی رک گئی ... انہوں نے دیکھا... وہ ایک عالی شان مکان کے سامنے کھڑے تھے ... محل نما اس مکان کے بہت بڑے گیٹ پر چار مسلح پہرے دار موجود تھے ... ان میں سے ایک فوراً گاڑی کی طرف آیا... کیونکہ سرکاری گاڑی صاف نظر آ رہی تھی ... اس نے ڈرائیور سے پوچھا...

'' کون صاحب ہیں اور کن سے ملنا ہے ۔''

'' آئی جی صاحب ... ناصر خان سانی سے ملاقات کریں گے ۔''

'' آپ گاڑی میں ہی تشریف رکھنا پسند کریں گے یا لان میں بیٹھیں گے ۔''

'' پہلے آپ پیغام دے دیں ... پھر وہ جیسا کہیں ہمیں بتا دیں ۔''

'' اچھی بات ہے ۔''

یہ کہہ کر وہ چلا گیا ... تین منٹ بعد واپس آیا ...

'' صاحب نے ہدایات دی ہے کہ آپ لوگوں کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا جائے ۔''

'' اچھی بات ہے ۔''

ڈرائیور نے یہ پیغام پچھلے حصے میں سنا دیا ... اب وہ نیچے اتر آئے ... پہرے دار انہیں اندر لے آیا... گیٹ کے اندر ہی گھر کا ملازم کھڑا تھا... اس نے انہیں سلام کیا اور بولا...

'' آیئے سر ۔''

وہ انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا ... انہوں نے دیکھا ... ڈرائنگ روم بہت شان دار تھا ... اس کی ہر چیز سے امارت ٹپک رہی تھی... یوں لگتا تھا جیسے ان کے پاس ضرورت سے زیادہ پیسے ہوں۔

پھر تین منٹ بعد قدموں کی چاپ سنائی دی ... اور آخر ایک لمبے چوڑے جسم کا سرخ و سفید رنگ والا شخص اندر داخل ہوا ... اس کی گردن تنی ہوئی تھی ... اس کی سخت آواز سنائی دی ...

''السلام علیکم شیخ صاحب کیسے زحمت کی ... '' یہ کہتے ہوئے وہ ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

'' سر! ایک عجیب سا معاملہ ہے ... کہتے ہوئے بھی عجیب سا

لگ رہا ہے... لیکن پھر بھی کہنے پر مجبور ہوں۔''

''ایسی کیا بات ہے شیخ صاحب! آپ بے فکر ہو کر کہیے۔''

''سانی صاحب... آج سے چھ ماہ پہلے آپ نے میرے ایک انسپکٹر روشن خلیل کی سفارش کی تھی... آپ نے فرمایا تھا... اسے تھانہ لیاقت پور میں لگا دو... سو ہم نے اس کا تبادلہ کر دیا تھا... اسے وہاں لگا دیا تھا اور وہاں جو انسپکٹر خادم لگا ہوا تھا، اسے کسی اور جگہ بھیج دیا تھا۔'' یہاں تک کہہ کر آئی جی صاحب خاموش ہو گئے۔

''اچھا تو پھر... آپ کیا چاہتے ہیں... یہ تو آپ نے بتایا ہی نہیں۔''

''آپ سے صرف یہ پوچھنا تھا کہ آپ سے اس تبادلے کے لیے کس نے کہا تھا۔''

''کسی نے بھی نہیں... انسپکٹر روشن خلیل میرے ملنے والے ہیں... انہوں نے خود یہ خواہش کی تھی، میں نے ان کی سفارش کر دی۔''

''بہت بہت شکریہ سر! بس ہمیں یہی کام تھا... اب ہمیں اجازت دیں۔''

''بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ آپ چائے پیے بغیر چلے جائیں!''

اسی وقت ڈرائنگ روم کا اندرونی دروازہ کھل گیا اور ملازم

چائے کی ٹرالی دھکیلتے ہوئے اندر آ گیا... انہیں چائے پینی پڑی... چائے کے دوران پہلی مرتبہ انہوں نے پروفیسر داؤد، خان رحمان، محمود، فاروق اور فرزانہ کی طرف دیکھا... پھر بولے...

''اگر میں غلطی نہیں کر رہا تو یہ پروفیسر داؤد صاحب ہیں اور یہ مشہور و معروف ہستی خان رحمان ہیں... یعنی ہیروں کی کانوں کے مالک... اور یہ تینوں انسپکٹر جمشید صاحب کے بچے ہیں۔''

''آپ کا اندازہ بالکل درست ہے سر۔'' آئی جی صاحب مسکرائے۔

''تب آپ مجھے صاف صاف بتائیں... کیا انسپکٹر روشن خلیل نے کوئی غلط کام کیا ہے۔''

''اس بات کا امکان ہے سر... لیکن ابھی ہم تفتیش کر رہے ہیں۔''

''اچھی بات ہے... اگر اس نے کوئی جرم کیا ہے تو میں اپنی سفارش واپس لے لوں گا... آپ قانونی کارروائی کر سکتے ہیں۔''

''بہت بہت شکریہ... ہمیں آپ سے یہی امید تھی۔''

''کوئی بات نہیں۔'' ناصر سانی مسکرائے۔

اور پھر چائے کے بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے... سانی صاحب

نے ان سے ہاتھ ملائے اور وہ باہر نکل آئے ... ناصر سانی ڈرائنگ روم کے پاس سے ہی اندر چلے گئے ...

اپنی گاڑی میں بیٹھتے ہی آئی جی صاحب نے پوچھا ...

''کیا خیال ہے اور اب آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے۔''

''اپنی گاڑی ہم دفتر ہی میں چھوڑ آئے ... لہذا ہمیں آپ کے ساتھ ہی دفتر تک جانا پڑے گا۔''

''میں ناصر خان سانی صاحب کے بارے میں پوچھ رہا ہوں۔''

''کچھ کہا نہیں جا سکتا ... اپنی بات کہنے کے بعد انہوں نے خود کو تو بری الذمہ قرار دے دیا ہے ... ہاں اگر انسپکٹر روشن خلیل یہ کہہ دے کہ نہیں ... اس تبادلے کے لیے میں نے نہیں کہا تھا ... یہ خود ان کی تجویز تھی ... تب اس معاملے میں ان پر شک کیا جائے گا ... اس لیے۔'' محمود کہتے کہتے رک گیا ...

''ہوں ... میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر معاملہ سانی صاحب تک پہنچ جائے تو مجھے بتا دینا ... ایسا نہ ہو کہ مشکل میں پھنس جاؤ اور اپنے ساتھ پروفیسر صاحب اور خان صاحب کو بھی مشکل میں ڈال لو۔''

''آپ بھی کیا بات کرتے ہیں شیخ صاحب ... یہ ہمیں مشکل میں ڈالتے کب نہیں ... یہ اور بات ہے کہ اس میں زیادہ مرضی ہماری

اپنی ہوتی ہے۔''

''بالکل ٹھیک کہا پروفیسر صاحب آپ نے ... ہم خود ان کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں ... دراصل اس قسم کے کاموں میں ہمیں مزہ بہت آتا ہے۔''

اور وہ مسکرا دیئے ... پھر آئی جی صاحب کے دفتر سے وہ اپنی گاڑی میں تھانہ لیاقت پور کی طرف روانہ ہوئے ... کیس میں دلچسپی اب اور زیادہ بڑھ گئی تھی ... اور وہ بے چینی بھی محسوس کرنے لگے تھے ... چاہتے تھے، اب جلد از جلد اس کیس کا اختتام ہو جائے ...

انسپکٹر روشن خلیل تھانے میں موجود تھا ... اس نے انہیں دیکھ کر حیرت سے پلکیں جھپکائیں ... اور دور سے ہی بولا ...

''آپ لوگ پھر آگئے۔''

''جی ہاں! کیا کیا جائے ... مجبوری ہے۔'' فاروق نے کندھے اچکائے۔

''اب کیا ہوا۔''

''چھ ماہ پہلے آپ کی سفارش ناصر خان سانی صاحب نے کی تھی کہ آپ کو تھانہ لیاقت پور میں لگا دیا جائے۔'' محمود یہاں تک کہہ کر رک گیا۔

"اچھا تو پھر؟" اس کی بھنویں تن گئیں۔

"آپ کو یہاں آنے سے کیا دلچسپی تھی ... اور آپ نے آنے کے بعد مقتول عبدالشکور کی فائل کیوں بند کر دی تھی ... جب کہ اس پر آسانی سے کام جاری رکھا جا سکتا تھا۔" محمود نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

انسپکٹر روشن خلیل کا چہرہ یک دم سرخ ہو گیا ... پھر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا ... اس نے چیخ کر کہا۔

"آپ سے مطلب ... آپ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے۔"

"یہ میں پوچھ رہا ہوں تم سے۔"

ایک آواز سنائی دی ...

☆☆☆

مقتول

اس نے بوکھلا کر دروازے کی طرف دیکھا ... اس کے دفتر کے دروازے پر ایک عجیب سے حلیے کا شخص کھڑا تھا ... یہ دیکھ کر اس کا منہ اور زیادہ بن گیا ...

"اور آپ کون ہیں۔"

"ارے ہائیں ... آپ مجھے نہیں جانتے ... میں ہوں۔" وہ شخص کہتے کہتے رک گیا۔

"ہاں ... ہاں ... کہیے، آپ کون ہیں۔"

"تو آپ مجھے نہیں جانتے۔"

"نہیں! میں تو زندگی میں پہلی بار آپ کو دیکھ رہا ہوں۔"

"حیرت ہے ... کمال ہے ... میرا خیال تھا کہ آپ مجھے دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

"آپ بلاوجہ میرا وقت ضائع کر رہے ہیں۔"

’’اچھی بات ہے ... آپ مجھے ابھی پہچان لیں گے ... میں آپ کو اپنا اصل چہرہ دکھاتا ہوں ...‘‘

’’کیا مطلب ... آپ ... آپ میک اپ میں ہیں۔‘‘

’’ہاں ! بالکل ... اور جب میں اپنے چہرے سے میک اپ ختم کروں گا ... تب آپ مجھے فوراً سے بھی پہلے پہچان لیں گے۔‘‘

’’کک ... کیا واقعی۔‘‘

آنے والے شخص نے کوئی جواب نہ دیا ... ان کے ساتھ والی خالی کرسی پر بیٹھ گیا ... اس کے چہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ تھی ... محمود وغیرہ بھی حد درجے حیرت سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے ... کیونکہ وہ بھی نہیں سمجھ پائے تھے کہ وہ کون شخص ہے ...

اب اس نے اپنے چہرے پر سے میک اپ اتارنا شروع کیا... پھر اچانک انسپکٹر روشن خلیل بہت زور سے اچھلا ... اس کے منہ سے چیخ کے انداز میں نکلا ...

’’نن نہیں ... نہیں ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔‘‘

اب انہوں نے بھی پہچان لیا کہ وہ شخص بالکل عبدالشکور سے ملتا جلتا تھا ... عبدالشکور جو کہ زینب کا شوہر تھا اور جو فاطمہ کا والد تھا ... اور جسے قتل کر دیا گیا تھا ... وہ ان کے سامنے زندہ سلامت تھا ... اس

کی فوٹو زینب نے انہیں دی تھی اس لئے وہ بھی اسے دیکھتے ہی پہچان گئے۔

’’نن نہیں ... تمہیں تو قتل کر دیا گیا تھا ... میرے یہاں آنے سے پہلے کی بات ہے ... تمہاری لاش یہیں لائی گئی تھی ... اور اس کیس پر انسپکٹر خادم نے کام شروع کیا تھا ... تم بھلا زندہ کیسے ہو سکتے ہو؟‘‘

’’اپنی آنکھیں کھول کر مجھے غور سے دیکھ لو ... دوسرے یہ کہ میں زندہ ہوں یا نہیں مجھے دیکھ کر تمہیں ڈرنے اور گھبرانے کی کیا ضرورت ہے ... اس کا صاف مطلب ہے ... میرے قتل سے تمہارا گہرا تعلق ہے ... یہی بات ہے نا۔‘‘

’’کیا ... کیا کہا تم نے ... میرے قتل سے ، گویا تم لاش ہو۔‘‘

’’ہاں ! میں ایک مردہ ہوں ... تو بھی تمہیں اس سے کیا۔‘‘

’’یہ ... یہ ناممکن ہے ... تم ضرور کوئی فراڈ ہو۔‘‘ یہ کہتے ہوئے اس نے زور دار انداز میں گھنٹی بجا دی ... فوراً ہی تین چار کانسٹیبل اندر آ گئے۔

’’اس شخص کو قابو میں کر لو ... یہ کوئی فراڈ ہے ... کسی کے میک اپ میں ہے۔‘‘

''ہاں ہاں ... ضرور گرفتار کرلو ... کوئی مسئلہ نہیں۔''

کانسٹیبل اس کی طرف بڑھے اور پھر انہوں نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگا دی ...

''آپ ... آپ کون ہیں۔''

''میں ... میں عبدالشکور ہوں۔'' اس نے کہا۔

''کیا !!!'' کانسٹیبل مارے خوف کے چلا اٹھے۔

''اور مزے کی بات... مجھے تمہارے انسپکٹر روشن خلیل نے قتل کیا تھا۔''

''نن نہیں۔'' انسپکٹر روشن خلیل نے چیخ کر کہا۔

''لیکن مشکل یہ ہے کہ تم نے یہ کام اپنے لیے نہیں ... اپنے باس کے کہنے پر کیا تھا... باس نے تمہیں حکم دیا تھا کہ عبد الشکور کو قتل کر دو ... سو تم نے اپنے ماتحتوں کے ساتھ مل کر سادہ لباس میں عبدالشکور کو لفٹ کے بہانے ہلاک کر دیا تھا اور اس کی لاش جنگل میں پھینک دی تھی ... بلکہ تم نے جنگل میں لے جا کر ہی مجھ غریب کا گلا گھونٹا تھا... کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔''

''نن ... نہیں ... ہاں ... غلط ہے ... تم جھوٹے ہو ... تم کوئی روح ووح نہیں ہو... تم فراڈ ہو... لے جاؤ اسے اور حوالات

میں بند کر دو۔''

''اس سے کیا ہو گا ... میں روح ہوں ... حوالات مجھے اپنے اندر نہیں رکھ سکے گی ... بلکہ تمہارے یہ ماتحت مجھے لے جا ہی نہیں سکیں گے ... بے شک یہ کوشش کر کے دیکھ لیں۔''

''تم نے سنا نہیں ... یہ سب فراڈ ہے ... اسے لے جاؤ۔''

''بہت بہتر سر... ابھی لیجیے۔'' انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

اور پھر انہوں نے اسے اٹھانے کی کوشش شروع کر دی ... لیکن ان سے اٹھایا نہ جا سکا ...

''کیا بات ہے ... یہ تم سے اٹھ کیوں نہیں رہا... سب مل کر اٹھاؤ۔''

''سر؟ یہ شخص ہم سے نہیں اٹھے گا... کہیں ... کہیں یہ واقعی کوئی روح تو نہیں ... کوئی مردہ تو نہیں ہے۔''

''کیا فضول بات ہے۔''

عین اس لمحے ... وہ شخص اچھل کر کھڑا ہو گیا... اور اس سے چمٹے ہوئے کانسٹیبل گرے اچھل اچھل کر سب حیرت زدہ رہ گئے ... ساتھ ہی اس نے اپنا رخ باہر کی طرف کر لیا... لیکن جاتے جاتے اس کا ہاتھ بجلی کی تیزی سے گھوما اور مکے کی صورت میں انسپکٹر روشن

خلیل کی ٹھوڑی پر لگا ... وہ کرسی سمیت دوسری طرف الٹ گیا ... اور ساتھ ہی وہ شخص یہ جا وہ جا۔

''ارے ارے ... وہ نکلا جا رہا ہے ... آؤ اسے روکیں۔'' فرزانہ چلائی۔

''اوہ ہاں واقعی ...'' فاروق نے پرزور انداز میں کہا۔

''آؤ پھر۔'' محمود نے کہا اور تینوں نے باہر کی طرف دوڑ لگا دی ... عین اس لمحے انہوں نے اس شخص کو ایک کار میں فرار ہوتے دیکھا ... انہوں نے بھی آؤ دیکھا نہ تاؤ ... اپنی گاڑی میں لد گئے ... اور بلا کی رفتار سے اس کے تعاقب میں روانہ ہو گئے۔

دوسری طرف تھانے میں سے کوئی بھی اتنی پھرتی نہ دکھا سکا تھا ... گویا وہ تعاقب میں روانہ ہو ہی نہیں سکے تھے ... دوسری کار لمحہ بہ لمحہ دور ہوتی جا رہی تھی اور درمیانی فاصلہ بڑھتا جا رہا تھا ...

''میرا خیال ہے ہم انہیں نہیں پکڑ سکیں گے۔'' محمود، فاروق، خان رحمان اور پروفیسر داؤد نے فرزانہ کی آواز سنی۔

''کیا کہا ... تم نے ... ہم ''انہیں'' نہیں پکڑ سکیں گے؟'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

''ہاں میں نے یہی کہا ہے۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''یعنی تم اس شخص کے لیے تنظیم کا لفظ اختیار کر رہی ہو۔'' محمود نے جھلا کر کہا۔

''ہاں! کر رہی ہوں۔'' فرزانہ نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا۔

''ارے ارے ... تم لڑنے پر ادھار تو نہیں کھا بیٹھیں۔''

''مجھے کیا ضرورت ہے ... ادھار کھا بیٹھنے کی ... میں کوئی غریب ہوں ... اور پھر میرے تو انکل خان رحمان جیسے انکل موجود ہیں ... ماشاء اللہ۔'' فرزانہ ہنسی۔

''مجھ جیسے انکل خان رحمان ... وہ کون ہیں ...'' خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

اور انہیں ہنسی آ گئی ...

''انکل یہ آپ ہی کو کہہ رہی ہے۔''

''ہائیں اس کی یہ مجال۔'' خان رحمان اور زیادہ اکھڑ گئے۔

''بگڑیں نہ انکل۔''

''کیا کہا ... میں اور بگڑ گیا ... بگڑیں میرے دشمن۔''

''آمین ...'' پروفیسر داؤد نے فوراً کہا۔

''اور آپ نے کس بات پر آمین کہا۔'' خان رحمان ان پر الٹ

پڑے۔

''اس بات پر کہ بگڑیں تمہارے دشمن۔'' پروفیسر داؤد ہنسے۔

''اوہ ہاں! یہ خیر آپ نے ٹھیک کہا۔'' خان رحمان نے جلدی سے کہا۔

''چلو شکر ہے... میں نے کوئی بات ٹھیک تو کہی۔''

''ہم باتوں میں لگ گئے... اور اس شخص کی کار ہوا سے باتیں کرتے اس قدر دور جا چکی ہے کہ اب ہم شاید اس کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکیں گے۔'' محمود نے برا سا منہ بنایا۔

''چلو اچھا ہی ہے... ہم گرد کا کرتے بھی کیا''

''تو یہ ہے تم سے... ویسے بھئی... یہ شخص تھا کون۔''

''ابا جان تھے... اور کون ہوتے۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''لگا تو مجھے بھی یہی تھا... اب تم نے بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے تو خیال اور وزنی ہو گیا ہے۔'' محمود بولا۔

''تو میری طرف سے بھی اس کے وزن میں اضافہ کر لو۔'' فاروق نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

''ہائیں... کیا واقعی۔'' خان رحمان چونکے۔

''بالکل... جب سب پولیس والے بھی مل کر انہیں نہ اٹھا سکے

... تو ہم سمجھ گئے تھے کہ یہ ضرور ابا جان ہیں۔''

''تب پھر تمہیں ان کے تعاقب میں روانہ ہونے کی کیا ضرورت تھی۔'' خان رحمان نے منہ بنایا۔

''ہم نے سوچا... شاید ابا جان تھانے سے دور جا کر ہم سے ملاقات کریں گے اور اس کیس کے سلسلے میں بات چیت کریں گے... لیکن اب معلوم ہوا، ان کا ایسا کوئی ارادہ نہیں... لیکن ان کی اس اچانک آمد نے ہمیں کم از کم یہ بتا دیا ہے کہ اس معاملے میں... میرا مطلب ہے... عبدالشکور کے قتل میں انسپکٹر روشن خلیل کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔''

''ہوں... ضرور یہی بات ہے اور ابا جان یہی ثابت کرنے کے لیے آئے تھے... اب اس کیس میں ہمارے لیے آسانی ہو گئی ہے... ہم انسپکٹر روشن خلیل کے گرد گھیرا تنگ کر سکتے ہیں۔''

''ہوں! اب ہمیں ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا ہو گا... میرا خیال ہے... صرف اس حد تک شرکت کے بعد ابا جان اس کیس میں اور کوئی حصہ نہیں لیں گے۔'' محمود کہتا چلا گیا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

اور انہوں نے بھی سر ہلا دیے... ''اب ہمارے پاس اس کے

سوا کوئی چارہ نہیں ... کہ ہم نوٹ بک میں لکھے تیسرے نام کو بھی چیک کرلیں ۔''

'' لگے ہاتھوں یہ بھی سہی ... ورنہ ہم وقار خان کے ہاں اسی غرض کے لیے گئے تھے ... لیکن ناکام ہوگئے ... وقار خان بہت پراسرار طریقے سے نکل گیا ... اس کے بعد دوسرا نام سامنے آیا ... خاقان کا مگر وہاں بھی تالے نے ہمارا استقبال کیا ... اور پھر معاملہ جا پہنچا ناصر خان سانی تک ... اس نے انسپکٹر خادم کی جگہ انسپکٹر روشن خلیل کو لگوایا ... اس طرح فائل پر کام بند ہو گیا ... اور چھ ماہ گزر گئے اور کیس پر کوئی پیش رفت نہ ہو سکی ... ہوتی بھی کیسے ... تھانے میں تو ناصر خان سانی کا پسندیدہ آدمی لگ چکا تھا ... اس طرح مجرم لوگ بے فکر ہو گئے ... ابا جان بھی کام کرنے آئے ... انہوں نے آتے ہی گویا ہمارا کام آسان کر دیا ... اسے کہتے ہیں سنار کی سو اور لوہار کی ایک ۔''

'' تم اپنے آپ کو اور ہم سب کو سنار کہہ رہے ہو اور ابا جان کو لوہار... ہے کوئی تک ۔'' فاروق نے بھنا کر کہا۔

'' لیکن میں نے محاورۃً کہا ہے ۔'' محمود نے اسے گھورا۔

'' خیر ہم ابا جان کی اس مدد کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور فائدہ

اٹھانے کی بھرپور کوشش کریں گے ... انہوں نے واقعی ہمارا کام بہت آسان بنا دیا ہے ... اب تعاقب کا خیال چھوڑ کر اپنا کام کرتے ہیں ... وہ تو اب ہمارے ہاتھ آنے سے رہے ... لہذا پہلے ہم اپنے ہیڈ کوارٹر چلتے ہیں ۔''

'' ہیڈ کوارٹر ؟'' خان رحمان اور پروفیسر داؤد نے حیران ہو کر سوالیہ انداز میں کہا۔

'' میرا مطلب ہے ... گھر چلتے ہیں ۔''

'' اوہ ہاں ! یہ تو تم نے میرے دل کی بات کہی ... بہت بھوک لگی ہے اور وہاں مزے مزے کی چیزیں ہمارا استقبال کرنے کے لیے تیار ہوں گی ۔'' پروفیسر داؤد نے بچوں کی طرح خوش ہو کر کہا۔

باقی ساتھیوں نے بھی ہاں میں سر ہلا دیے اور خان رحمان نے گاڑی کا رخ گھر کی طرف کر دیا ... بیگم جمشید نے ان کے لیے واقعی بہت زبردست چیزیں تیار کر رکھی تھیں ... وہ فوراً ہی کھانے پر جٹ گئے ... ایسے میں اندرونی کمرے سے زینب کی آواز ابھری۔

'' کیا رہا ہمارے کیس کے سلسلے میں ۔''

''اب ہم کامیابی کے بہت قریب ہیں ... اس جرم کے ذمے داروں کا سراغ لگ گیا ہے ... بس ان پر ہاتھ ڈالنا باقی ہے ۔''

”میرے شوہر کو قتل کیوں کیا تھا ... کیا آپ اس بات کا پتا چلانے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔“

”جی ہاں! آپ فکر نہ کریں ... اور بس ایک آدھ دن اور انتظار کریں۔“

”اچھی بات ہے۔“

”ویسے یہاں آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں۔“

”بالکل نہیں ... یہاں تو ہمیں اپنے گھر سے بھی زیادہ آرام مل رہا ہے۔“

”بس ٹھیک ہے۔“

اب وہ لائبریری میں آ گئے ... ایسے میں محمود کے موبائل کی گھنٹی بجی ... محمود نے موبائل نکالا تو دیکھا کہ فون اکرام کا تھا ...

”اسلام و علیکم انکل۔“

”وعلیکم السلام ... بتانا یہ تھا کہ وقار خان ہماری نظروں میں آ گیا ہے اور ہم نے اس کی نگرانی شروع کروا دی ہے بہت ہی غیر محسوس طور پر... اور اب اسے غائب نہیں ہونے دیں گے۔“

”ارے واہ یہ تو بہت اچھی خبر ہے۔“

فون بند کر کے وہ ان کی طرف مڑا:

”اکرام انکل کا فون تھا ... وقار خان ان کے آدمیوں کی نظروں میں آ گیا ہے اور انہوں نے اس کی نگرانی بھی شروع کروا دی ہے۔“

”ارے ہاں! ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔“ محمود چونکا۔

☆☆☆

تعاقب

"وہ کیا؟" خان رحمان کی آواز ابھری۔

"آخر اباجان کو ان تمام حالات کا کیسے پتا ہے... یہ تو ایسا لگتا ہے... جیسے وہ پل پل ہمارے ساتھ رہے ہوں... جب کہ ہمیں بار بار یہ اطلاع ملتی رہی ہے کہ انہیں دوسری طرف بہت ضروری مصروفیت ہے۔"

"تب پھر بہتر رہے گا کہ جمشید سے یہ سوال بھی پوچھ ہی لیا جائے تاکہ ہم الجھن ہی نہ محسوس کرتے رہیں۔"

"ہوں... ٹھیک ہے... میں بات کرتا ہوں۔"

اب محمود نے ان کے نمبر ملائے... فوراً ہی ان کی آواز سنائی دی۔

"ہاں محمود۔"

"ہم سب یہ جاننے کے لیے بری طرح بے چین ہیں کہ آپ کو

یہ تمام حالات کیسے معلوم ہیں... آپ تو شروع سے ہمارے ساتھ نہیں تھے۔"

"اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جب تم اس کیس میں الجھے تھے... تو اسی وقت میں نے گھر فون کیا تھا... اس طرح حالات کا پتا چل گیا تھا... یعنی زینب صاحبہ اور فاطمہ صاحبہ کے بارے میں اور یہ کہ فاطمہ کے والد کو چھ ماہ پہلے قتل کیا گیا تھا... بس میں نے اپنے طور پر اس کیس کے بارے میں معلومات حاصل کیں... چھ ماہ پہلے کے اخبارات دیکھے... یہ محسوس کرتے ہوئے اور یہ سمجھتے ہوئے بھی کہ میں جس معاملے میں مصروف ہوں... اس سے خود کو الگ رکھ کر اس طرف نہیں آسکتا... میں نے خفیہ فورس کے انچارج کو اس کیس کے پیچھے لگا دیا اور انہیں ہدایات دیں کہ صرف معلومات حاصل کرتے رہیں... عملی طور پر کوئی کام نہ کریں... تاکہ تم لوگوں کو آزادانہ کام کرنے کا موقع ملے... اس طرح میں پل پل کی خبریں حاصل کرتا رہا... اور جب میں نے دیکھا کہ اب پانی سر سے گزرنے لگا ہے تو دخل دینے پر مجبور ہوا... اپنی مصروفیت میں سے بہت مشکل سے آدھ گھنٹا نکالا اور پہنچ گیا لیاقت پور پولیس اسٹیشن... وہ بھی عبدالشکور کے میک اپ میں... کیونکہ اس حد تک میں اندازہ لگا چکا تھا کہ اس

معاملے سے انسپکٹر روشن خلیل کا تعلق ضرور ہے ... ورنہ اسے عین اس وقت اس تھانے میں کیوں لگایا جاتا جب کہ انسپکٹر خادم بہت درست طور پر اپنا کام کر رہا تھا ... بس اسی نقطے پر میں نے اس معاملے پر غور و خوض کیا تھا ... اب تم لوگ پوری طرح آزاد ہو ... اس کیس کے سلسلے میں جو کرنا چاہو ... کر سکتے ہو۔''

'' گویا خفیہ فورس کے انچارج اب بھی ہمارے ساتھ سائے کی طرح طرح ہوں گے۔''

'' وہ سائے کی طرح تمہارے ساتھ ہوں یا نہ ہوں ... تم اپنا کام کرو گے ... ان کے بھروسے پر نہیں رہو گے اور نہ میرے بھروسے پر رہنا۔''

'' ہم سمجھ گئے ابا جان۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

'' کیا سمجھ گئے۔''

'' یہ کہ ہم اللہ کے بھروسے پر رہیں گے۔''

'' بالکل ٹھیک۔'' انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

'' بس تو پھر اب ہمیں اجازت دیں ... ہم اپنا کام شروع کرنا چاہتے ہیں۔''

'' یہی تو میں چاہتا ہوں۔'' انہوں نے ہنس کر کہا اور فون بند کر

دیا۔

'' ویسے مجھے حیرت ہے ... نیشنل پارک میں بیٹھی فاطمہ سے شروع ہونے والے اس کیس نے گرگٹ کی طرح رنگ بدلے ہیں ... اور یہ اچھا ہی ہو گیا کہ ہم نے اس سے پوچھ لیا ... ورنہ بے چارے عبدالشکور کے کیس پر کون کام کرتا ... وہاں تو پولیس اسٹیشن میں بندہ ہی وہ آ لگا تھا ... جو آیا ہی تھا اس فائل کو بند کرنے۔''

'' ہاں واقعی۔'' فاروق اور فرزانہ نے ایک ساتھ کہا۔

''اور مجھے اس کیس میں وہ کاغذ یاد آ رہا ہے ... جو عبدالشکور کے پرانے کپڑوں سے ملا تھا ... اور جس میں میموری کارڈ تھا ... پتہ نہیں مجرم اس کو حاصل کرنے کی فکر میں کیوں تھا۔'' فاروق حیرت کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

''ہو سکتا ہے ... اس میموری کارڈ کی وجہ سے ہی اسے قتل کیا گیا ہو۔''

''اوہ ہاں! اس بات کا امکان ہے۔''

'' تب یہ بے وقوفی فاروق کی ہے ... اس نے اسی وقت اس پر توجہ کیوں نہ دی۔'' فرزانہ نے جل کر کہا۔

'' اتنا موقع ہی کب ملا تھا ... اسی وقت تو مجرموں نے اپنا

پروگرام شروع کر دیا تھا۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

''اس میں لڑنے والی کوئی بات نہیں ... ایسا ہی ہونا تھا ... انسان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں ... اللہ جو چاہتے ہیں ... وہ ہوتا ہے ... ہمارا کام ہے... کام کرنا ... کام کیے جانا اور نتیجہ اللہ پر چھوڑنا ہے۔''محمود نے دونوں کو گھورا۔

'' تم نے بالکل ٹھیک کہا محمود۔''پروفیسر داؤد نے اس کی تائید کی۔

''معاملہ اب کچھ کچھ صاف ہوتا جا رہا تھا ... کسی طرح عبدالشکور کو پتا چل گیا تھا کہ جس ادارے میں وہ بے چارہ ملازم ہے ... اس ادارے کا مالک وقار خان کچھ غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہے ... اور ہو سکتا ہے کہ اس نے وقار خان کی یا اس گروہ کے کسی آدمی کی کوئی وڈیو بنا لی ہو یا اسی طرح کا کوئی مواد ہو جو اس میموری کارڈ میں ثبوت کی شکل میں ہو... اب وہ نہایت نیک اور بھلامانس انسان تھا... جب کہ اس کی بیوی اور بیٹی بھی بھلی مانس ہیں ... اس سے برداشت نہ ہو سکا ... اس نے اپنے علاقے کے تھانہ انچارج کو یہ بات بتانے کا ارادہ کر لیا ... ... وہ تھانے جانے کا پروگرام بنا چکا تھا... لیکن اسے اس سے پہلے ہی ختم کر دیا گیا... ظاہر ہے ... رضا

انڈسٹریز کے مالک کو پتا چل گیا ہو گا کہ عبدالشکور کو اس کی اصلیت کا پتا چل گیا ہے ... اس کے بعد عبدالشکور کو موت کے گھاٹ اتارنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ گیا تھا۔'' محمود کہتا چلا گیا۔

''تم نے بالکل درست اندازے لگائے ہیں محمود ... کہیں کوئی غلطی ہوئی بھی ہوگی تو مجرموں سے ملاقات کرنے پر دور کرلیں گے ... اور آخر۔''

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے ... اسی وقت فون کی گھنٹی بجی تھی ... وہ یہ دیکھ کر چونک گئے کہ فون سب انسپکٹر اکرام کے ایک ماتحت کا تھا...

''جس شخص کے گھر کی نگرانی کی ہمیں ہدایات دی گئی ہیں ... وہ ابھی ابھی اپنی کوٹھی سے چوروں کے انداز میں نکلا ہے ... یعنی پچھلے گیٹ سے ... اور یہ اچھا ہوا کہ ہم پچھلی طرف بھی موجود تھے ... ورنہ وہ نکل گیا تھا ... اب ہم اس کے تعاقب میں ہیں اور پوری احتیاط سے تعاقب کر رہے ہیں ... اسے ذرا بھی شک نہیں گزرا کہ کوئی اس کے تعاقب میں ہے ... وہ پوری طرح بے فکر ہو کر گاڑی چلا رہا ہے ... اس نے ڈرائیور کو بھی ساتھ نہیں لیا۔''

''خوب ... خوب ... بہت خوب ...ہم بھی روانہ ہو رہے

ہیں ... ہمیں کس سڑک پر آنا ہے۔"

"شہر کی جنوبی سڑک پر ... یعنی ایکو روڈ پر ... میں موبائل آن رکھوں گا ... آپ بھی سلسلہ بند نہ کریں تاکہ ساتھ ساتھ معلوم ہوتا رہے۔"

"اچھی بات ہے۔"

وہ اسی وقت گھر سے نکل آئے ... اس وقت رات کے دس بج رہے تھے ... خان رحمان نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی ... اور طوفانی رفتار سے شہر کی جنوبی سڑک کی طرف چل پڑے ... اور پھر انہیں خفیہ نگرانی کرنے والے کی گاڑی نظر آگئی اور انہوں نے اپنی گاڑی اس کے پیچھے لگا دی۔

"کیا خیال ہے ... ابا جان کو اطلاع دے دیں۔"

"خفیہ فورس کے انچارج نے ظاہر ہے ... انہیں اطلاع دے ہی دی ہوگی۔"

"لیکن کبھی چوک بھی ہو جاتی ہے۔"

"ٹھیک ہے ... فون کر دو۔"

محمود نے اپنے والد کو بھی یہ اطلاع دے دی ... ادھر سے کہا گیا ...

"فکر نہ کرو ... میں پہلے ہی روانہ ہو چکا ہوں ... لیکن آگے تم ہی رہو گے ... میں بعد میں شرکت کروں گا۔"

"جی اچھا۔"

ایسے میں انہوں نے نگرانی کرنے والے کی گاڑی رکتے دیکھی۔

☆☆☆

سوچ لیں

انہوں نے دیکھا ... کچھ فاصلے پر ایک عظیم الشان محل نما کوٹھی تھی ... جس کے سامنے نگرانی کرنے والا رکا تھا ... اور جس کی گاڑی کا تعاقب کرتے ہوئے وہ آئے تھے ... وہ گاڑی وہاں کہیں بھی نظر نہیں آ رہی تھی ... یہ دیکھ کر محمود نے نمبر ایک کے نمبر ڈائل کیے ...

"السلام علیکم انکل ... آپ یہاں کس لیے رکے؟"

"جس کار کا تعاقب کرتے ہوئے ہم آئے ہیں ... وہ اس کوٹھی میں گئی ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"میں ابا جان سے بات کرتا ہوں ... کیونکہ اب وہ اس کیس میں پوری طرح شامل ہیں۔"

نمبر ملتے ہی اس نے کہا۔

"ابا جان! ہم جس کار کا تعاقب کرتے ہوئے آئے ہیں ...

وہ ایک کوٹھی میں داخل ہوئی ہے۔"

"اور وہ کوٹھی کس کی ہے۔"

"ہم قدرے فاصلے پر ہیں ... نزدیک جا کر ہی پڑھا جا سکتا ہے۔"

"کیا دروازے پر پہرے دار وغیرہ ہیں۔"

"جی نہیں ... کوئی بھی نہیں ہے۔"

"تب پھر نزدیک جانے میں کیا حرج ہے ... تم میں سے ایک نزدیک جا کر معلوم کر لے ... کوٹھی کس کی ہے ... اور مجھے بتاؤ۔"

"جی بہتر ... میں جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر محمود گاڑی سے اتر کر کوٹھی کی طرف چلا گیا ... اس نے دیکھا ... کوٹھی کے دروازے پر سوار جان رئیسانی کا نام لکھا تھا ... اس نے موبائل میں یہ نام بتا دیا ... تب دوسری طرف سے کہا گیا۔

"کوٹھی کا نمبر بتا دو اور اس کے بعد تم سوار جان سے ملاقات کر لو ... میں نزدیک ہی ہوں ... گھبرانے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"جی بہتر! کوٹھی کا نمبر 39 ہے ... اور یہ ایکو روڈ پر واقع ہے۔"

"ایکو روڈ ... ٹھیک ہے میں ایکو روڈ کے نزدیک ہی ہوں۔"

"اب ہمیں بے فکری ہو گئی ... اللہ کا شکر ہے ... ہم اندر داخل ہو رہے ہیں۔"

"بالکل ٹھیک۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر فون بند کر دیا گیا۔

"آیئے انکل ... چلیں۔"

"بسم اللہ؟" انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

گاڑی سے اتر کر وہ کوٹھی کے دروازے پر آئے ... اسی وقت اکرام بھی اپنے ماتحتوں کے ساتھ وہاں پہنچ گیا ...

"لیکن ہم ان سے کہیں گے کیا۔" اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"بس یہ کہ اس کوٹھی میں ایک مفرور مجرم چھپا ہوا ہے ... یعنی وقار خان۔"

"اوہ ہاں! بہت اچھی بات ہے ... تلاشی کے وارنٹ میں لے آیا ہوں۔"

"شکریہ انکل۔"

محمود نے آگے بڑھ کر گھنٹی کا بٹن دبا دیا ... اور سب انتظار کرنے لگے ... آخر دروازہ کھلا اور ایک ملازم کی صورت نظر آئی ...

"سوار جان کو بتائیں ... پولیس آئی ہے۔"

"پپ پولیس۔" اس نے ان پر نظر ڈالی ... اکرام اور اس کے ماتحت وردیوں میں آئے تھے ... پھر وہ حیرت زدہ سا جانے کے لیے مڑ گیا۔

"انکل ... کیا کوٹھی کے چاروں طرف ہمارے آدمی موجود ہیں۔"

"بالکل ہیں ... فکر نہ کرو ... کوٹھی سے کوئی باہر نہیں جا سکے گا ... جو جانے کی کوشش کرے گا ... اسے گرفتار کر لیا جائے گا۔"

"چاہے وہ کوئی بھی ہو؟" فرزانہ نے پوچھا۔

"ہاں! چاہے وہ کوئی بھی ہو۔" اکرام نے فوراً جواب دیا۔

"یہ کہہ کر آپ نے دل خوش کر دیا۔" فرزانہ مسکرائی۔

جلد ہی قدموں کی آواز سنائی دی ... اور انہوں نے ایک لمبے والے آدمی کو باہر نکلتے دیکھا ...

"کیا بات ہے ... آپ کس سلسلے میں آئے ہیں۔"

"ہمارے پاس اس کوٹھی کی تلاشی کے وارنٹ ہیں۔"

"کیا کہا۔" وہ چلا اٹھا۔

"جی ہاں! یہی کہا ہے۔"

''لیکن کیوں۔''

''یہاں ایک مفرور مجرم چھپا ہوا ہے ... ہمیں اسے گرفتار کرنا ہے۔''

''غلط اطلاع ملی ہے آپ کو ... یہاں کوئی نہیں ہے۔''

''ہمیں بہرحال تلاشی لینی ہے۔''

''آپ اندر آجائیں ... ڈرائنگ روم میں تشریف رکھیں ... اور مجھے ساری بات بتائیں ... میں آپ کو اطمینان دلا دیتا ہوں ... یہاں کوئی مفرور مجرم نہیں چھپا ہوا۔''

''ہمیں حکم ملا ہے ... تلاشی ضرور لی جائے گی۔''

''آپ آئیں تو۔''

وہ انہیں ساتھ لیے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا اور پھر وہ چونک اٹھے ... کیونکہ اندر ناصر خان سانی کر وفر سے بیٹھا تھا ...

''ارے ... یہ کیا ...'' مارے حیرت کے اس کے منہ سے نکلا ... ادھر انہوں نے بھی مصنوعی حیرت ظاہر کی۔

''اوہو یہ آپ ہیں سانی صاحب۔'' خان رحمان بولے تھے۔

''ہاں خان صاحب ... کیا ماجرا ہے۔''

''ہمیں اطلاع ملی ہے کہ ایک مفرور مجرم اس کوٹھی میں چھپا ہوا

ہے ... پولیس کو اس کی تلاش ہے ... ہمارے پاس تلاشی کے وارنٹ ہیں۔''

''آپ کو غلط اطلاع ملی ہے ... یہاں تو بس میں ہوں اور سوار جان ہیں۔ ہم دونوں بہت گہرے دوست ہیں اور اکثر ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہتے ہیں۔''

''ہمیں تلاشی تو بہرحال لینا ہو گی۔''

''ایک منٹ۔'' یہ کہہ کر ناصر خان سانی نے جھٹ سے اپنا قیمتی موبائل نکالا ... اس کی چمک دمک دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئے ... اس نے اس پر کسی کے نمبر ڈائل کیے ... اور سلسلہ ملنے پر کہنے لگا ...

''السلام علیکم شیخ صاحب ... یہ آپ کے عملے کے لوگ یہاں میرے بہت اچھے دوست سوار جان کی کوٹھی پر پہنچے ہوئے ہیں اور کوٹھی کی تلاشی لینے پر تلے ہوئے ہیں ... میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ یہاں کوئی مفرور مجرم نہیں چھپا ہوا۔''

''اگر یہاں کوئی مفرور مجرم نہیں چھپا ہوا تو پھر آپ کو کیا پریشانی ہے سانی صاحب ... آپ تلاشی دے دیں ... جب یہاں سے کوئی نہیں ملے گا ... تو یہ لوگ آپ سے معافی مانگ کر رخصت ہو جائیں گے۔''

‘‘ لیکن ہم اتنا تردد کیوں کریں ... آخر میں قومی اسمبلی کا ایک ممبر ہوں ... میری کوئی حیثیت ہے ... ہوں بھی حکومتی پارٹی کا آدمی ... اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو میں وزیراعظم کو فون کردوں گا ... آپ سوچ لیں۔’’

‘‘ آپ یہ بات ان لوگوں سے کہہ کر دیکھ لیں ... اگر میرا عملہ مان جائے تو ٹھیک ... اور اگر انہوں نے کہا کہ تلاشی لی جائے گی ... تو پھر مجبوری ہے۔’’

‘‘ شیخ صاحب ... سوچ سمجھ کر بات کریں ... اس کا انجام سوچ لیں۔’’

اچانک ناصر خان سانی نے سرد ترین لہجے میں کہا۔

☆☆☆

سرکاری لوگ

‘‘ دیکھیے سانی صاحب ! یہ مسئلہ ہے قانون کا ... ہم قانون کے خلاف تو چلیں گے نہیں ، چاہے کچھ بھی ہوجائے ... ہاں قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے ہر کام کریں گے ... اس کوٹھی کی تلاشی لی جائے گی ... یا پھر ہم جس شخص کی تلاش میں ہیں ... آپ اسے پیش کردیں ... اس سلسلے میں شاید ہم تلاشی لینے کا خیال دل سے نکال دیں۔’’

‘‘ آپ لوگ کس شخص کی تلاش میں ہیں ۔’’

‘‘ اس کا نام وقار خان ہے ... اس کی بیوی اور بیٹی بھی اس کے ساتھ ہیں ... وہ ایک سلسلے میں ہمیں مطلوب ہے ... اس پر ایک شخص عبدالشکور کے قتل کا الزام ہے ... اب اگر اس نے اس کوٹھی میں پناہ لے رکھی ہے ... تو یہ بات تو آپ کے دوست سوار جان کے حق میں کسی صورت اچھی نہیں ہوگی ... ہاں اس کی اس وقت صرف یہ

صورت ضرور ہے کہ آپ ان لوگوں کو قانون کے حوالے کر دیں ... ہم انہیں گرفتار کر کے لے جائیں گے اور اگر آپ لوگوں کا ان سے کوئی تعلق ثابت نہ ہوا تو آپ تو ہو جائیں گے فارغ ... پھر ہم جانیں... وہ جانیں... لیکن معاملہ اس کے الٹ ہوا تو پھر آپ جانیں۔''

شیخ صاحب کی بات سن کر ناصر خان سانی نے سوار جان کی طرف دیکھا، پھر کہا۔

''میرے دوست سوار جان! یہ لوگ سرکاری لوگ ہیں ... بات کو بلاوجہ بڑھا دیں گے ... لہذا اگر آپ کی کوٹھی میں اس نام کے کسی شخص نے اپنی بیوی اور بچی کے ساتھ پناہ لی ہے ... تو آپ اس کو ان کے حوالے کر دیں ... تاکہ یہ جھگڑا اسی وقت ختم ہو جائے ... اور ہم آرام سے بیٹھ کر شطرنج کھیل سکیں ... بھلا ہمیں کھیلے ہوئے کتنے دن ہو گئے ...''

''آٹھ دن تو ہو ہی گئے ہوں گے۔''

''بس تو پھر آج شطرنج کی بازی ضرور جمے گی ... بس آپ ان لوگوں کو ... اگر وہ یہاں ہیں تو ان کے حوالے کر دیں ...''

''نہیں سانی صاحب ... وہ لوگ یہاں نہیں ہیں ... یہاں تو صرف میں ہوں ... میرے بیوی بچے ہیں اور بس ... ہاں گھر کے

دو تین ملازم ہیں۔''

''بس تو پھر اس میں کیا حرج ہے۔'' آئی جی شیخ نثار احمد نے، فوراً کہا۔ وہ فون پر اس طرف کی بات چیت سن رہے تھے

''جی ... کس میں۔'' سانی بولا۔

''تلاشی دینے میں ویسے میں بھی آرہا ہوں۔''

''اچھی بات ہے ... آپ نہیں مانتے ... نہ مانیں ... لے لیں تلاشی کوٹھی کی ... ہاں نہیں تو اور کیا۔'' سوار جان نے جھلا کر کہا۔

اور پھر انہوں نے تلاشی شروع کی ... جلد ہی شیخ صاحب بھی آ گئے ... انہیں وہیں ڈرائنگ روم میں چھوڑا ... سوار جان نے اپنا ملازم ان کے ساتھ کر دیا تھا ... باہر نکلنے پر فرزانہ نے دبی آواز میں کہا۔

''پروفیسر انکل! آپ بھی اپنے آلات کے ساتھ ہمارے ساتھ ساتھ رہیے گا اور جہاں ضرورت محسوس کریں ... ہم سے پوچھے بغیر اپنا کام دکھا دیجیے گا۔''

''ٹھیک ہے ... تم فکر نہ کرو۔''

ملازم انہیں اپنے ساتھ لیے پھرتا رہا ... وہ ہر کمرے کو آلات کے ذریعے چیک کرتے رہے ...

''آپ کا نام کیا ہے۔'' فرزانہ نے ملازم سے پوچھا۔

”جی میرا نام... بھلا آپ میرا نام جان کر کیا کریں گے۔“ اس نے فوراً کہا۔

”کیوں بھئی ... کیا آپ انسان نہیں ہیں۔“

”انسان ... ہاں خیر ... آپ یہ کہہ سکتے ہیں ... انسان تو میں ہوں۔“

”بس تو پھر آپ کا نام بھی ضرور ہو گا۔“

”جی مجھے اس کوٹھی میں سلطانو کہا جاتا ہے ... ویسے میرا نام ہے سلطان خان۔“ اس نے بتایا۔

”تو یہ لوگ آپ کو سلطانو کیوں کہتے ہیں۔“

”غریبوں کو اسی طرح حقارت آمیز انداز میں مخاطب کیا جاتا ہے۔“

”اوہ! بہت بری بات ہے ... رنج ہوا یہ سن کر، چلیے آپ ہماری اتنی مدد اور کر دیں کہ ہمیں بیگم سوار جان اوران کی بیٹی کے کمرے تک لے چلیں تاکہ ہم ان سے بھی وہ باتیں کر سکیں اور یہ بھی دیکھ سکیں کہ وقار خان اور ان کے بچے تو ساتھ نہیں ہیں ان کے۔“

”کون وقار خان ... یہاں تو کسی وقار خان کا نشان تک نہیں ہے ... آپ انہیں بھیج کر چیک کروا لیں ... آیئے میں ان کے

کمرے کے دروازے تک لے چلتا ہوں آپ کو ... اندر ہمارے صاحب سوار جان کی بیگم ضرور موجود ہیں... اور ساتھ میں ان کی بیٹی بھی ہیں۔“

”ٹھیک ہے ... ہماری ساتھی وہاں جا کر چیک کر آتی ہیں ... آپ انہیں اندر بھجوا دیں اور انہیں بتا دیں کہ ہم کیوں آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔“ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

”ٹھیک ہے۔“

سلطان خان انہیں ایک کمرے کے دروازے پر لے آئے.. اس نے دروازے پر دستک دی ... اندر سے آواز آئی ...

”ہاں سلطانو ... کیا بات ہے۔“

”ایک بچی اندر آ رہی ہے ... یہ کمرے کی تلاشی لیں گی ... اور آپ سے چند سوالات کریں گی۔“

”کیا مطلب ... یہ کیوں آئی۔“

”ان کا تعلق پولیس سے ہے ... انہیں اطلاع ملی ہے ... ہماری اس کوٹھی میں ... ایک مجرم نے پناہ لے رکھی ہے۔“

”توبہ ہے ... لوگ بھی کیسی کیسی باتیں کرتے ہیں ... بہرحال تم اس لڑکی کو اندر بھیج دو ... یہ اندر آ کر اپنا اطمینان کر لے۔“

''جی اچھا!'' سلطان خان نے کہا اور اسے اندر جانے کا اشارہ کیا۔

''شکریہ!'' فرزانہ نے کہا اور دروازہ دھکیل کر اندر چلی گئی... ساتھ ہی دروازہ بند ہو گیا۔

فرزانہ نے اندر داخل ہوتے ہی دیکھا... وہاں ایک ادھیڑ عمر کی خاتون موجود تھی... اور اٹھارہ انیس سال کی لڑکی بھی تھی...

''تو آپ ہیں بیگم سوار جان... اور یہ ہیں آپ کی بیٹی۔'' فرزانہ نے ان دونوں کا جائزہ لیا... فرزانہ کو لگا کہ وہ دونوں میک اپ میں ہیں... اس بنیاد پر اس نے لڑکی کو خاص طور پر دیکھا... وہ بہت معصوم سی نظر آئی... اس کے دل نے کہا... یہ لڑکی وہ تو نہیں ہو سکتی... اسی طرح اس کی والدہ بھی بہت معصوم سی تھی... پھر اس نے سوچا... اگر محمود اور فاروق بھی اندر آ کر ان دونوں کو دیکھ لیں تو زیادہ اچھا ہے... تینوں مل کر رائے قائم کریں گے تو اچھا ہو گا... یہ سوچ کر اس نے کہا۔

''کیا میں اپنے دونوں بھائیوں کو اندر بلا سکتی ہوں... وہ زیادہ عمر کے نہیں ہیں... مجھ سے ڈیڑھ سال اور تین چار سال بڑے ہوں گے۔''

بلا لیں... کوئی حرج نہیں... آپ پوری طرح اپنا اطمینان کر لیں۔'' خاتون نے کہا۔

''شکریہ۔'' فرزانہ نے فوراً کہا۔

پھر دروازہ کھول کر باہر جھانکا... وہاں باقی لوگ کرسیوں پر بیٹھے نظر آئے... شاید سلطان خان نے ان کے لیے برآمدے میں کرسیوں کا انتظام کر دیا تھا...

''محمود، فاروق تم بھی اندر آ جاؤ... انہیں کوئی اعتراض نہیں۔''

''اچھی بات ہے۔'' دونوں نے کہا اور اندر چلے گئے۔

''دیکھو محمود... فاروق... یہاں تو بس یہی دونوں ہیں... میرا خیال ہے کہ یہ میک اپ میں ہیں... لہذا تم دونوں بھی ان کا غور سے جائزہ لے لو۔''

''اچھی بات ہے... تم کمرے کی تلاشی لو... ہم جائزہ لیتے ہیں۔''

ان دونوں نے انہیں بغور دیکھا... کمرے کو بھی خوب توجہ سے دیکھا... آخر محمود نے کہا۔

''ان دونوں کے چہروں پر بہرحال میک اپ چیک کرنا پڑے گا... میک اپ کے ماہر کو بلانا پڑے گا... کیونکہ ہمارے خیال میں

یہ دونوں میک اپ میں ہیں۔''

''کیا کہہ رہے ہیں آپ ... ہم دونوں کیوں ہونے لگیں میک اپ میں ... ہمارا دماغ چل گیا ہے کیا ... کہ اپنے ہی گھر میں میک اپ میں رہیں گی۔''

''یہ معاملہ ایک قتل کا ہے ... ایک انسان کو موت کے گھاٹ اتارا گیا ہے ... اس لیے ہم اپنا شک دور کرنے کے تمام ذرائع اختیار کریں گے ... اگر آپ مجرم نہیں ہیں یا آپ کا اس جرم سے کوئی تعلق نہیں ہے تو آپ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔''

''ٹھیک ہے ... آپ چیک کروا لیں۔''

''ٹھیک ہے ... میں فون کرتا ہوں۔''

عین اسی لمحے نہ جانے کہاں سے تین آدمی بہت ہی خاموشی سے نکل کر آئے اور تینوں کے سروں پر ڈنڈے سے بیک وقت وار کیا ... تینوں تڑ سے گرے اور بے ہوش ہو گئے ...

O

کمرے کے باہر پروفیسر داؤد اور خان رحمان بے تابی سے ان کا انتظار کر رہے تھے ... ان کے ساتھ سلطان خان بھی تھا ... جب کچھ زیادہ ہی دیر ہو گئی تو خان رحمان نے کہا۔

''بھائی سلطان خان ... وہ ایک کمرے کی تلاشی میں اتنی دیر لگانے کے عادی نہیں ... آپ ذرا اندر جا کر دیکھیں ... انہیں اتنی دیر کیوں ہو گئی ہے۔''

''جی اچھا! لیکن اس سے پہلے مجھے اجازت لینی پڑے گی۔''

''تو آپ دروازے پر دستک دے کر اجازت لے لیں ... یہ کیا مشکل ہے۔''

''جی اچھا۔''

اس نے دروازے پر دستک دی ... لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا ... دوسری بار قدرے زور سے دستک دی ... تب بھی جواب نہ ملا ... اب تو وہ پریشان ہو گئے ... انہوں نے دروازے کو دھکا دیا ... تو دروازہ اندر سے بند ملا ...

''ارے باپ رے ... ہو گئی گڑبڑ... خان رحمان فوراً شیخ صاحب کو صورتِ حال بتاؤ ... میں یہاں ٹھہرتا ہوں ... جلدی۔''

خان رحمان نے دوڑ لگا دی ... جلد ہی آئی جی صاحب، اکرام، اس کے ماتحت سوار جان اور ناصر خان سانی کے ساتھ وہاں آ گئے ... اکرام کے ماتحتوں نے دروازے پر زور لگایا، لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوا ... آخر دروازہ توڑا گیا ... سوار جان اور ناصر خان

سانی کے چہروں پر ایک رنگ آرہا تھا تو دوسرا جا رہا تھا... پھر جونہی دروازہ اکھڑ کر کھلا... اکرام اندر داخل ہوا... مارے خوف کے اس کے منہ سے نکلا:

"ارے! یہ کیا۔"

یہ سننا تھا کہ آئی جی صاحب بھی اندر داخل ہو گئے... باقی باہر کھڑے افراد اندر دیکھنے کے لیے بے چین ہو گئے... ایسے میں اکرام نے اپنے ماتحتوں سے کہا...

"تم لوگ دروازے پر ہی ٹھہرو... ابھی کوئی اندر نہ آئے۔"

"جی... جی بہتر!"

"اکرام!" شیخ صاحب نے گھبراہٹ کے عالم میں کہا۔

"لیس سر؟"

"جمشید کو فون کرو... وہ بھی تو یہاں سے نزدیک ہی کہیں موجود ہے۔"

"جی... جی ہاں!"

اکرام گھبراہٹ کے عالم میں فون کرنے لگا... عین اسی وقت شیخ صاحب کو خیال آیا... انہوں نے کہا۔

"سانی صاحب... آپ اور سوار جان صاحب اندر آجائیں۔"

انہیں دونوں کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا...

"آپ دونوں تک میری آواز نہیں پہنچی... مہربانی فرما کر اندر آجائیں۔"

اب بھی جواب نہ ملنے پر وہ بری طرح اچھلے۔ دوڑ کر باہر نکلے... وہاں ناصر خان سانی اور سوار جان کا دور دور تک پتا نہیں تھا

ایسے میں دوڑتے قدموں کی آواز گونج اٹھی...

☆☆☆

راستہ

انہوں نے دیکھا ... انسپکٹر جمشید چلے آ رہے تھے ...

''شکر ہے جمشید تم بھی آ گئے ... صورتِ حال خوفناک ہے۔''

''مجھے اندازہ تھا کہ خوفناک صورتحال سے ہی سامنا پڑے گا ... اکرام اس پوری کوٹھی کے اردگرد ہمارے ساتھی تو موجود ہیں نا۔''

''جی بالکل۔''

''بس ٹھیک ہے۔''

یہ کہتے ہوئے وہ اندر آ گئے ...

''صاف ظاہر ہے ... اس کمرے میں کوئی خفیہ راستہ موجود ہے ... پہلے تو آپ لوگ مجھے تفصیل سنا دیں۔''

انہیں تفصیل سنا دی گئی ... اب انہوں نے کمرے کا بہت باریک بینی سے جائزہ لینا شروع کیا ... اور صرف ایک منٹ بعد ہی دیوار میں وہ راستہ تلاش کر لیا ... انہیں وہاں سے سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آئیں

... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ ... پستول ہاتھوں میں لیے سیڑھیاں اترتے چلے گئے ... نیچے ایک تہہ خانہ تھا اور اس کے فرش پر محمود، فاروق اور فرزانہ مکمل طور پر بے ہوش پڑے تھے ... ان کے سروں پر گومڑ تھے ... شاید وزنی چیز ماری گئی تھی ... ان کے علاوہ تہہ خانے میں اور کوئی نہیں تھا ...

''گویا یہاں سے کوئی خفیہ راستہ نکلتا ہے ... یہ لوگ پرانے کھلاڑی ہیں ... انہوں نے بہت پہلے سے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں ... خیر کوئی بات نہیں پروفیسر صاحب ... آپ ذرا انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کریں ... شاید یہ کوئی ایسی بات بتا سکیں جس سے ہم مجرموں تک پہنچ سکیں۔''

''فکر نہ کرو جمشید ...'' وہ فوراً بولے اور حرکت میں آ گئے اور انسپکٹر جمشید اور اکرام وہاں بھی کسی خفیہ راستے کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے ... انہوں نے ایک ایک دیوار کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا ... فرش کو ٹھونک بجا کر دیکھا ... اور آخر فرش میں سے ایک جگہ کھوکھلی آواز ابھری ... انہوں نے اس جگہ کے آس پاس ... کسی ایسی چیز کی تلاش میں نظریں دوڑائیں ... جس سے فرش والا راستہ کھل سکے ... آخر وہ دیوار میں ایک بٹن تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے ... وہ ابھرا ہوا

بٹن نہیں تھا... اور تھا بھی دیوار کے رنگ کا... بس اس کے گرد ایک ہلکا سا دائرہ تھا... جیسے کسی باریک چیز سے نشان لگا دیا گیا ہو... بٹن کا دبنا تھا کہ راستہ مل گیا... اور انہوں نے ایک سرنگ نما راستہ اپنے سامنے دیکھا...

یہ راستہ انہیں ایک اور تہہ خانے میں لے آیا... اس میں سے سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں... وہ ان پر چڑھتے چلے گئے... سیڑھیوں کے اوپر جو زینہ تھا، اس کا دروازہ کھلا تھا... دروازے کو عبور کر کے وہ ایک کمرے میں آ گئے...

کمرے سے نکلے تو اس گھر کا صحن ان کے سامنے تھا... لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ گھر میں کوئی بھی نہیں تھا... البتہ کچھ چیزیں ادھر ادھر بکھری پڑی تھیں، یوں لگتا تھا جیسے گھر کے افراد بہت افراتفری کے عالم میں فرار ہوئے ہوں...

وہ اس کوٹھی سے باہر نکلے تو کچھ ہی فاصلے پر سوار جان کی کوٹھی نظر آئی اور اس کی نگرانی کرنے والے چوکس نظر آئے... وہ مسکرا دیئے... کیونکہ مجرم ان کے بالکل قریب سے ہو کر فرار ہو گیا تھا ...اور انہیں احساس تک نہیں ہو سکا تھا... وہ ان کی طرف قدم اٹھاتے گئے... اچانک ہی نگرانی کرنے والوں نے انہیں دیکھ لیا...

وہ دھک سے رہ گئے...

"سر آپ... آپ اس کوٹھی کے اندر تھے۔" اس میں سے ایک نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں... ہم اندر ہی تھے... لیکن اب آپ لوگوں کے سامنے ہیں... اسی طرح مجرم لوگ آپ کے بالکل پاس سے ہو کر فرار ہو گئے۔"

"لیکن... سس... سر کیسے۔"

"اکرام... بھئی ان لوگوں کی حیرت دور کر دو... لیکن اس سے پہلے ہم ان لوگوں سے پوچھنا چاہتے ہیں... کیا انہوں نے کوئی کار تھوڑی دیر پہلے ہی اس کوٹھی سے نکلتے دیکھی تھی۔"

"جی... بالکل دیکھی... لیکن ظاہر ہے... ہمیں اس پر کس طرح شک ہو سکتا تھا... دونوں کوٹھیوں کے درمیان ایک کوٹھی کا فاصلہ ہے... اور چھتیں ایک دوسرے سے دور دور ہیں۔" اس نے جواب دیا۔

"درست کہتے ہو... ارے ہاں! ہمیں اس کوٹھی کے ساتھ والوں سے تو پوچھنا چاہیے... یہاں کوئی رہتا ہے۔"

وہ اس کوٹھی تک گئے... تو اس پر تالہ لگا تھا اور کرائے کے

لیے خالی کا بورڈ لگا ہوا تھا...

''کوئی فائدہ نہیں... انہوں نے اپنے فرار کا پورا انتظام کر رکھا تھا... آؤ چلیں۔''

اب وہ پھر سوار جان کی کوٹھی میں آ گئے... اس کی تلاشی لی گئی تھی... اس وقت تک محمود، فاروق اور فرزانہ بھی ہوش میں آ گئے تھے... وہ ان تینوں کی طرف مڑے...

''سناؤ... تم کیسے بے ہوش ہو گئے تھے۔''

''ہم سے نبٹنے کی بھی انہوں نے پہلے ہی تیاریاں مکمل کر لی ہیں... گویا وہ اس کام کے عادی ہیں۔''

''اور لگتا ہے... یہ بہت پرانے جرائم پیشہ ہیں... بڑے بڑے لوگ ان کے مددگار ہیں... جیسا کہ ناصر خان سانی بھی ان کا دوست ہے یا پھر ساتھی... اور اس کا مطلب ہے... یہ لوگ ہمارے ہاتھ سے اس طرح نکل گئے ہیں جیسے چکنی مچھلی۔''

''تب پھر اب ہم کیا کریں گے ابا جان۔'' فاروق نے پریشان ہو کر کہا۔

''ان لوگوں کو تلاش کریں گے اور کیا کریں گے۔''

''لیکن کیسے؟''

''ان کے طریقہ کار پر غور کر کے...''

اور پھر وہ گھر آ گئے... لائبریری سے غور و غوض شروع ہوا... اس وقت انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''میں نے جو اندازے اب تک لگائے ہیں... وہ بتائے دیتا ہوں... پھر تم بتاؤ گے کہ اب ہم کیا کریں۔''

''جی اچھا... آپ کے اندازوں کی روشنی میں ہم راستہ تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔'' فاروق نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''یہ پورا ایک ہی گروہ ہے... وقار خان اس گروہ کا اہم آدمی ہے... دواؤں کا کارخانہ اس نے آڑ کے طور پر بنایا تھا... تاکہ وہاں لوگوں کو ملازم رکھے اور پھر ان لوگوں میں سے اپنے مطلب کے لوگوں کو گروہ میں شامل کرتا رہے... ان ملازمین میں سے جو آدمی اپنے مطلب کا ملتا ہے... یہ اس سے دوسرا کام لینے لگتا ہے... گروہ کے لیڈر کا نام گوگا رکھا ہوا تھا... یہ بھی فرضی نام ہے... کیونکہ اس پورے کیس میں گوگا نام کا کوئی آدمی سامنے نہیں آیا... صرف گوگا نام سنائی دیتا رہا... یہی بات ہے نا۔''

''جی ہاں''! انہوں نے سر ہلا دیے۔

''لہٰذا فرضی نام ''گوگا'' رکھا گیا... اس کا کردار وقار خان کا

ہے ... یا پھر اسی کو گوگا کہہ لو ... جس طرح اس کی بیٹی نے محمود اور
فاروق سے لڑائی کی ، اس سے صاف ظاہر ہے ... وہ پرانے جرائم
پیشہ ہیں ... یہ کھیل کھیلتے انہیں مدت ہوگئی ہے ... گرفتار کیے جانے
والوں میں فسوکا بھی تھا ... فسوکا نے بتایا تھا کہ وقار خان ... میرا
مطلب ہے ... گوگا ان سے چوریاں کراتا تھا ... اور چوریاں بھی
دستاویزات کی کراتا تھا ... اس میں حیرت انگیز ترین بات یہ ہے کہ
ان چوریوں کی کہیں بھی کسی بھی تھانے میں کوئی رپورٹ درج نہیں
کرائی گئی ... یہاں تک کہ وقار خان نے اپنے گھر میں بھی چوری
کرائی ... تاکہ اس پر شک نہ کیا جائے ... سوال یہ ہے کہ جن لوگوں
کے ہاں سے کاغذات چوری کیے جاتے تھے ... وہ رپورٹ کیوں نہیں
لکھواتے تھے ... میں نے تھانوں سے یہ رپورٹیں حاصل کی ہیں کہ کیا
کسی تھانے میں اس قسم کی چوری کی کوئی رپورٹ درج کرائی گئی ہے
... جواب نفی میں ہی ملتا رہا ... اس کا مطلب ہے مجرموں کو یہ خوف بھی
نہیں تھا کہ ان کے خلاف کوئی رپورٹ درج کرائے گا ... اس طرح
انہوں نے اپنے لیے ایک محفوظ راستہ اختیار کیا ... ذرا سوچو ... اگر یہ
گروہ صرف مال اور دولت کی چوریاں کراتا تو زد میں آنے والا ہر
شخص اس کے خلاف رپورٹ درج کراتا ... اور اس طرح پولیس دخل

دیتی ... تفتیش کرتی ... آخر کار مجرم پکڑے جاتے ... انہوں نے خود
کو اس خوف سے ہی محفوظ کر لیا ... انہیں معلوم تھا ... کاغذات کی
چوری کی رپورٹ کوئی بھی درج نہیں کرائے گا اور جب رپورٹ درج
نہیں ہوگی تو تفتیش کہاں ہوگی ... لہذا وہ محفوظ کے محفوظ ... لیکن
آخر کار ان سے عبدالشکور کے قتل کی غلطی ہوگئی ... اور یہی غلطی انہیں
لے ڈوبی ... عبدالشکور بے چارہ بہت دیانت دار تھا ... اور اس نے
کوئی غلط کام کرتے ہوئے ان میں سے کسی کی وڈیو بنا لی ہوگی جو اس
میموری کارڈ میں ہوگی جو فاروق کے ہاتھ لگا تھا عبدالشکور کے گھر سے
اور جس کی تلاش میں یہ لوگ دیوانے ہو گئے تھے ... اب اس نے
اپنے دل میں یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ اس وقار خان کا پول کھول کر رہے
گا ... کارخانہ بند ہوتا اور وقار خان پکڑا جاتا تو اس کا سارا کام ٹھپ
ہو جاتا ... سو انہوں نے سوچا، کیوں نہ عبدالشکور کو ٹھکانے لگا دیا جائے
، تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری ... سو یہ قدم اٹھا لیا گیا ... لیکن
یہ ایک انسان کا قتل تھا ... انسانی خون ضرور رنگ لا کر رہتا ہے ... سو
اللہ تعالیٰ نے فاطمہ کو نیشنل پارک بھیج دیا اور وہیں تم دونوں بھی تھے
... اور یہ کہانی شروع ہوگئی ... اب رہا یہ سوال کہ مجرم ان کاغذات کا
کیا کرتا تھا ... دراصل وہ معلومات حاصل کر کے ایسے لوگوں کے ہاں

سے کاغذات چوری کراتا تھا جو غلط قسم کے کام کرتے تھے ... ناجائز
کام کرتے تھے ... ذخیرہ اندوزی کرتے تھے... یا کوئی اور فراڈ کا کام
کرتے تھے ..اب ایسے لوگ اپنے کاغذات کی گم شدگی کو کسی صورت
ظاہر نہیں کر سکتے تھے ... کیونکہ وہ جانتے تھے ، اس طرح پولیس انہیں
بھی گرفتار کرلے گی ...اور الٹا وہ پھنس جائیں گے ... لہذا ایسے لوگ
باس کے خلاف کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے ... فسوکا کے تین زخمی ساتھیوں
سے میں نے ملاقات کی تھی ... تم نے تو ان سے تفصیلات معلوم نہیں
کی تھیں ... تم سے یہ چوک ہوگئی تھی ... لیکن میں نے ساری باتیں
معلوم کی ہیں ... انہوں نے ان لوگوں کے نام اور پتے بتائے ہیں
جن کے گھروں میں چوریاں کی گئی تھیں ... ان کے بارے میں
تحقیقات کی جائیں گی ... اور تم دیکھ لینا ... سب کے سب جعل
سازیاں ، دھوکے بازیاں ، ناجائز ذرائع سے روزی کمانے والے لوگ
ہوں گے ... ایسے لوگ بھلا کب چاہیں گے کہ ان کے کاغذات پولیس
کے ہاتھ لگیں ... لہذا یہ گروہ ان لوگوں کو ان کے کاغذات کے حوالے
سے بلیک میل کرتا رہا ہے ... یہ ہے اس کا اصل کاروبار ... پرانے
کھلاڑی ہیں ، اس لیے اپنی حفاظت کے انوکھے طریقے اختیار کر رکھے
ہیں ۔'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئے ...

'' اب ... اب کیا ہو گا ... انہیں کیسے تلاش کیا جا سکے گا اور
اگر ہم انہیں گرفتار نہ کر سکے تو پھر تو کامیاب وہ ٹھہرے اور ساری
ناکامی ہمارے قبضے میں آئے گی ۔''

'' اگر ہم ان کے طریقہ کار پر غور کریں تو ان کی گرفتاری
مشکل نہیں ۔'' انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

'' جی کیا مطلب ؟'' انہوں نے ایک ساتھ کہا۔

'' میں نے وقار خان کی گم شدگی کی تفصیلات معلوم کی تھیں ...
وہ اور اس کی بیوی اور بیٹی جس پراسرار طریقے سے غائب ہوئے تھے
... بالکل اسی طرح یہاں سے غائب ہوئے ہیں ... ہم چند دن تک
اس کی کوٹھی کی ... اور اس کے سامنے والی کوٹھی کی نگرانی شروع کرا
دیتے ہیں ... یعنی خفیہ نگرانی... اسی طرح وقار خان کے گھر کے اور
پچھلے گھر کی اور اسی طرح ناصر خان سانی کی کوٹھی کی ... جب یہ لوگ
دیکھیں گے کہ ہم مایوس ہوکر لوٹ گئے ہیں تو پھر ان سے ضرور کوئی
بے احتیاطی ہو گی ... اور ہم اس سے فائدہ اٹھا لیں گے ... لیکن
بہرحال تین چار روز تو انتظار کرنا ہو گا ... اس کے بغیر چارہ نہیں ...
ورنہ ہم ادھر ادھر چھاپے مارنا شروع کریں گے تو وہ اور زیادہ ہوشیار
ہو جائیں گے اور پھر لمبی مدت تک انتظار کرنا پڑے گا ۔''

”ٹھیک ہے جمشید ... کوئی حرج نہیں ... مجرموں کا پتا چل چکا ہے... ان کے جرم کی تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں ... بس ان کی گرفتاری باقی ہے... تو کر لیتے ہیں انتظار ...“ خان رحمان نے کہا۔

”بس ٹھیک ہے... میں اکرام کو اور خفیہ فورس کو ہدایات دے دیتا ہوں۔“ انہوں نے کہا۔

O

چار دن بعد اکرام کی طرف سے اطلاع ملی کہ سوار جان کی کوٹھی میں نقل و حرکت کے آثار پائے جا رہے ہیں ... انہوں نے فوراً اکرام کو ہدایات دے ڈالیں ... اسی روز رات کو گیارہ بجے تمام تر انتظامات کر لیے گئے تھے ... اور ان کا قافلہ سوار جان کی کوٹھی کی طرف رواں دواں تھا ...

اکرام انہیں کافی فاصلے پر ملا ... اس نے بتایا کہ بہت فاصلے پر گھیراؤ ڈالا گیا ہے ... اس گھیرے سے کسی کو بغیر تلاشی کے نہیں جانے دیا جائے گا۔

”بس ٹھیک ہے اکرام ... چاہے کوئی بھی ہو ... روک لینا ... عورتیں اور بچے کسی کے ساتھ ہوں ... وہ بھی نہ جانے پائیں ... چاہے کوئی ہسپتال فوری طور پر جانے کی بات کرے ... ہرگز نہ جانے

دینا ... جب تک کہ میں آکر چیک نہ کر لو..“ کریں گے وہ یہی ... کوٹھی سے باہر نکل کر اپنے خفیہ راستے سے فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔“

”لیکن ابا جان۔“ ایسے میں فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

”ہاں! کہو فرزانہ۔“ وہ اس کی طرف مڑے۔

”ہم اتنی پریشانی کیوں مول لیں۔“

”تو پھر کتنی مول لیں۔“ فاروق نے فوراً کہا۔

”مطلب یہ کہ ہم انہیں وہیں کیوں نہ چھاپ لیں جہاں وہ موجود ہیں... کرنا صرف یہ ہوگا کہ فاروق کو ایک پائپ کے ذریعے اوپر چڑھنا ہوگا اور نیچے اتر کر دروازہ کھولنا ہو گا ... بس ہم چپ چپاتے اندر داخل ہو جائیں گے۔“

”دیکھا آپ نے... دیکھا آپ نے۔“ فاروق نے بھنا کر کہا۔

”ہاں... دیکھا اور سنا بھی ...“ وہ مسکرائے۔

”اور اگر اس ترکیب پر عمل مشکل ہے ... کوئی پائپ اوپر نہ جا رہا ہو تو بھی ہم اپنے محکمے کی سیڑھی کا انتظام کر سکتے ہیں۔“

”بات معقول ہے ... ہم یہی کریں گے۔“

ایک گھنٹے بعد سب لوگ سیڑھی کی مدد سے چھت پر پہنچ چکے تھے

... زینے کا دروازہ کھلا ملا ... بہت ہی آہستگی کے ساتھ پنسل ٹارچوں کی مدد سے وہ آگے بڑھے ...

سامنے ایک ڈرائنگ روم نظر آیا جس میں روشنی ہو رہی تھی ... وہ لوگ نہایت خاموشی سے دبے پاؤں آگے بڑھے اور بہت ہی احتیاط کے ساتھ اندر جھانکا تو دیکھا کہ ناصر خان سانی اور سوار جان بیٹھے شطرنج کھیل رہے تھے ...

اسی وقت انسپکٹر جمشید کی آواز سناٹے کو چیرتی ہوئی ابھری:

"تم دونوں ہمارے نشانے پر ہو ... اگر کسی نے ذرا بھی حرکت کرنے کی کوشش کی تو ہم گولی چلا دیں گے ... پھر نہ کہنا!"

وہ دونوں بتوں کی طرح بیٹھے رہ گئے ... اسی وقت انسپکٹر جمشید تیزی سے مڑے اور اندر کی طرف دوڑتے ہوئے بولے:

"محمود، فاروق، فرزانہ جلدی میرے ساتھ آؤ ... اکرام تم ان دونوں کو نشانے پر رکھو ... ذرا بھی حرکت کریں تو گولی مار دینا۔"

عین اسی لمحے ایک کمرے سے ایک عورت اور ایک لڑکی بری طرح نکلے اور دوسرے کمرے میں گھس گئے ... لڑکی چلائی ...

"ممی جلدی۔"

انسپکٹر جمشید نے بلا کر رفتار سے چھلانگ لگائی اور کمرے کے

اندر پہنچ گئے ... لڑکی دیوار میں لگا بٹن دبا چکی تھی ... اور دیوار میں دروازہ کھل چکا تھا ... لیکن اس سے پہلے ہی وہ ان دونوں کے درمیان میں آ گئے ...

"مم ... میرے راستے میں نہ آنا انسپکٹر جمشید ... ناکوں چنے چبوا دوں گی۔" انہوں نے لڑکی کی آواز سنی۔

"ارے باپ رے ... یہ ... یہ تو وہی ہے بے بی۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"وہ یہاں کہاں ..."

"لل ... لیکن یہ ... وہی ہیں۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"اوہو اچھا ... بس تو پھر تم لوگ پیچھے ہٹ جاؤ ... سنو لڑکی ... اگر تم اس راستے سے فرار ہو سکتی ہو تو ہو جاؤ۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے ایک لمبی چھلانگ لگائی ... اور دروازے تک پہنچ گئی ... لیکن ساتھ ہی اس کے جسم کو جھٹکا لگا ... اور وہ الٹ کر گری ... یہ اور بات ہے کہ فوراً سیدھی کھڑی نظر آئی ...

"بہت خوب! ہو تو خیر تم ماہر۔" انسپکٹر جمشید نے اس کی تعریف کی۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا ... نفرت بھری نظروں سے انہیں

دیکھتی رہی پھر اس نے خوفناک انداز میں چھلانگ لگا دی ... لیکن یہ چھلانگ اس راستے کی طرف نہیں تھی ... خود انسپکٹر جمشید کی طرف تھی ... وہ پہلے ہی تیار تھے ... ذرا سا اپنی جگہ سے ہٹ گئے ... ساتھ ہی انہوں نے اپنا بازو گھما دیا... وہ ان سے آگے بڑھ چکی تھی ... ہاتھ اس کی کمر پر لگا ... وہ دھپ سے منہ کے بل گری ... ساتھ ہی انہوں نے اس کی پسلیوں میں ایک ٹھوکر رسید کی ... کیونکہ وہ سمجھ گئے تھے ... اس نے ضرورت سے زیادہ ہی مشق کی ہوئی تھی ... اور اسے مہلت دینا ٹھیک نہیں ... پسلیوں پر چوٹ کھاتے ہی وہ ساکت ہوگئی ... ادھر اکرام باقی لوگوں کو ہتھکڑیاں لگا چکا تھا ... اب اس نے بے بی کو بھی ہتھکڑیاں پہنا دی

''حیرت ہے ... سب لوگ تو یہاں ہیں ... وقار خان نظر نہیں آیا۔'' فاروق کی آواز سنائی دی۔

'' حد ہوگئی بھئی ... یہ سوار جان کون ہے ... ذرا غور سے تو دیکھو۔'' انسپکٹر جمشید نے جھلاّ کر کہا۔

''آپ ... آپ کا مطلب ہے ... یہ سوار جان۔''

'' ہاں ... یہ سوار جان ہی دراصل وقار خان ہے ... ابھی جب اس کا میک اپ اتارا جائے گا تو تم دیکھ ہی لو گے بلکہ گوگا بھی یہی

ہے ... گوگا کا صرف یہ نام استعمال کرتا تھا اپنے آدمیوں سے رابطے کے لئے۔''

'' اوہ۔'' ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

اور پھر ان کی بات بالکل درست ثابت ہوگئی۔

''تم لوگوں کے خلاف ثبوت مکمل ہے ... تین زخمیوں نے ان لوگوں کے پتے بتا دیئے ہیں ... جن کے گھروں سے حال ہی میں کاغذات چرائے گئے ہیں ... باقی رہے وہ لوگ جن کے گھروں سے کافی مدت پہلے کاغذات چرائے گئے ہیں ... ان کے بارے میں چھان بین ہوگی اور ان کے منہ کھلوائے جائیں گے ... بہت چھپے رستم نکلے یہ لوگ ... پتا نہیں کب سے یہ جرائم کر رہے تھے ... مگر اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے ... بے چارے عبدالشکور کا قتل آخر رنگ لے آیا... لگے ہاتھوں یہ بھی بتا دو ...اس بے چارے کو آخر مارنے کی کیا ضرورت تھی اور اس میموری کارڈ میں کیا تھا ... جسے تم لوگوں نے واپس حاصل کیا تھا ... جو فاروق کو عبدالشکور کے کپڑوں سے ملا تھا۔''

'' عبد الشکور نے میری اور وقار خان کی بات چیت سن لی تھی ...نہ صرف بات چیت سن لی تھی بلکہ ہماری وڈیو بھی بنا لی تھی... ہم اس وقت کارخانے میں تھے ... اس نے پولیس کو بیان دینے کا

پروگرام بنا لیا... ہماری ویڈیو بناتے ہوئے اسے ایک اور کارکن نے دیکھا تھا... اس نے یہ بات مجھے بتائی... میں نے اس کے قتل کا حکم دے دیا... ادھر عبد الشکور بھی خوف محسوس کر رہا تھا اور جلد از جلد ساری بات پولیس کے کانوں تک پہنچانا چاہتا تھا... مگر اس سے پہلے ہی روشن خلیل اور قسوکا کے ہاتھوں وہ مارا گیا۔"

"ہاں... افسوس بے چارہ مارا گیا... خیر کوئی بات نہیں... اب ان قاتلوں کو بھی آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا... کسی انسان کی جان لینا کیسا ہے... اب یہ ان لوگوں کو بہت اچھی طرح معلوم ہو جائے گا۔"

"مگر ابا جان یہ لوگ یہاں دوبارہ کیوں آئے تھے... جبکہ یہ اس جگہ سے بھاگ گئے تھے۔"

"ایک بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے سوچا ہو گا کہ اب چند دن گزر گئے ہیں تو اب کون اس طرف توجہ دے گا... اور دوسری بات کے بارے میں اگر یہی لوگ بتا دیں تو زیادہ بہتر ہو گا ورنہ وجہ تو تلاشی میں سامنے آ ہی جائے گی۔" انسپکٹر جمشید نے کہا اور پھر ان لوگوں کی طرف دیکھا مگر وہ لوگ چپ رہے تو انسپکٹر جمشید بولے:

"چلو کوئی بات نہیں... اکرام تلاشی شروع کرو... ابھی پتہ چل

جائے گا... اور تلاشی میں خاص طور پر اس میموری کارڈ کا بھی خیال رکھنا... وہ بھی یہیں کہیں ملے گا۔"

اور پھر تلاشی کا عمل شروع ہوا۔ سب سے پہلے اس کمرے میں تلاشی کی نیت سے داخل ہوئے جس میں سے بے بی اور اس کی والدہ نمودار ہوئیں تھیں۔

اس کمرے میں بیڈ پر ایک بیگ رکھا ہوا تھا جس میں فائلز اور کاغذات بھرے ہوئے تھے اس کے علاوہ دو خالی بیگ بھی موجود تھے... اور دیوار میں ایک تجوری بھی کھلی ہوئی نظر آ رہی تھی... اس میں بھی کاغذات ہی بھرے ہوئے تھے...

فاروق آگے بڑھا اور اس نے تجوری کیا اندرونی کونے میں ہاتھ ڈالا... اور جب اس کا ہاتھ باہر آیا تو اس میں وہی کاغذ تھا جو اس کی جیب سے نکال لیا گیا تھا خان رحمان کے گھر پر...

اس نے اس کی تہہ کھولیں تو اندر سے میموری کارڈ نکل آیا وہ خوشی سے چلایا۔

"ابا جان... میموری کارڈ مل گیا۔"

"چلو محمود اس کو اپنے موبائل میں لگا کر دیکھو ذرا۔" انسپکٹر جمشید نے محمود سے کہا...

محمود نے اپنے موبائل میں میموری کارڈ لگایا ... اور پھر حیرت سے اچھل پڑا ...

یہ وہی وڈیو تھی جس میں ناصر خان سانی، وقار خان کے آفس میں اس سے بات کر رہا تھا۔ دونوں کی آوازیں بھی واضح سنائی دے رہی تھیں۔

''چلو یہ ایک اور ثبوت مل گیا۔'' فاروق نے کہا۔

''صرف مل ہی نہیں گیا... مکمل ہو گیا۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''یہ ماں بیٹی مل کر یہ کاغذات بیگ میں رکھ رہی تھیں۔ اس دن جلدی جلدی میں فرار ہونے کے چکر میں یہ لوگ اپنا بلیک میلنگ والے کاغذات کا پلندہ یہیں چھوڑ گئے تھے ... اور آج اسی کو لے جانے آئے تھے ... مگر تلاشی کا عمل جاری رکھو ہو سکتا ہے مزید کوئی اور تجوری بھی ہو۔''

اور پھر واقعی ڈرائنگ روم کی دیوار میں وہ ایک اور خفیہ تجوری ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئے اس کو کھولا گیا تو ان کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی... اس تجوری میں نوٹوں کی گڈیوں کے علاوہ سونے کی اینٹیں ایک بہت بڑی تعداد میں موجود تھیں۔

''اف میرے خدا ...اتنی دولت ... انسان کی ہوس ختم ہی نہیں

ہوتی کسی طرح۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''اب کیا کرو گے تم اس دولت کا اب یہ تمہارے کس کام آئے گی۔'' انسپکٹر جمشید نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا تو ان کے سر جھک گئے۔

''اس کا مطلب ہے ... ابا جان ... کیس ختم اور اب ہم یہ خوش خبری زینب آنٹی اور فاطمہ کو سنا سکتے ہیں۔''

''ہاں کیوں نہیں ... آؤ چلیں۔''

وہ سب سے رخصت ہو کر گھر کی طرف چلے ... ایسے میں محمود کو ایک خیال آیا ...

''ایک شخص رہ گیا۔''

''اور وہ کون۔''

محمود نے اس کا نام بتایا تو فاروق نے زوردار انداز میں سر ہلایا: ''میرا خیال ہے ... اس سے بھی دو دو باتیں کر ہی لی جائیں۔''

''ہاں یہ ضروری ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے ان کی تائید کی۔

○

دوسرے دن فاطمہ نیشنل پارک میں سر جھکائے بیٹھی تھی ... جب اسے بیٹھے کافی دیر ہو گئی ... اچانک پارک کے ایک اندھیرے حصے سے نکل کر ایک آدمی اس کی طرف بڑھا ... شاید وہ کافی دیر سے پارک

میں کہیں چھپا ہوا تھا ... لیکن سامنے آنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہتا تھا کہ کوئی ایسا تو نہیں جو آج پھر اس کے راستے میں آئے ...

جب اسے اپنے طور پر اطمینان ہو گیا کہ کوئی نہیں ہے ... تو اکڑے ہوئے انداز میں اس کی طرف بڑھا اور بے حیائی کے انداز میں اس کی کلائی پکڑ لی...

"آج تمہیں کون بچائے گا ... اب تمہیں میرے ساتھ چلنا ہی ہو گا ... آج تو تمہارے وہ حمایتی بھی یہاں موجود نہیں ہیں۔" شیرا کے منہ سے نکلا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں خنجر نظر آیا ... بس یہی وہ چاہتے تھے... انہوں نے اس حالت میں اس کی تصاویر لے لیں اور پھر اس کے سامنے آگئے:

"ہم بھی یہاں موجود ہیں شیرا بھائی۔" محمود اور فاروق ایک ساتھ بولے

وہ بری طرح اچھلا ... اور پھر ان پر جھپٹ پڑا ... وہ پہلے ہی تیار تھے ... دونوں کا ایک ایک ہاتھ اس کی کھوپڑی پر پڑا ... خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور وہ سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامے گرتا چلا گیا ... فرزانہ نے آگے بڑھ کر ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے گال

پر رسید کیا ... تھپڑ کی گونج نیشنل پارک میں دور دور تک سنائی دی ...

شیرا کے گال سے خون رسنے لگا ... اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے فرزانہ کی طرف دیکھا:

"کبھی کسی لڑکی کے ہاتھ اتنا عظیم الشان تھپڑ نہیں کھایا ہو گا تم نے ..." فرزانہ کی ہنسی بے حد زہریلی تھی۔

ایک طرف سے اکرام نمودار ہوا ... اور اس کے ماتحتوں نے اسے بھی قابو میں کر لیا ...

اس آخری کام سے فارغ ہو کر وہ گھر آئے ...

"آپ دونوں کو مبارک ہو... آپ کے سب دشمن اب قانون کے شکنجے میں ہیں اور انہیں بہت لمبی سزائیں ہوں گی ... عبدالغفور صاحب کے قتل کے جرم میں تو دونوں کو سزائے موت بھی ہو سکتی ہے ... ورنہ عمر قید تو ضرور ہو گی ... کیونکہ ثبوت مکمل ہیں۔" انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے ...

"آپ لوگ ... آپ لگ بہت ہی عظیم ہیں ... بہت ہی اچھے ہیں... اتنے کہ میں بتا نہیں سکتی۔"

"ارے نہیں ... آپ ہماری بہن ہیں ... اور فاطمہ ہماری بیٹی... ایسی باتیں نہ کریں ... اللہ میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں..

اب آپ فاطمہ بیٹی کو مارشل آرٹ کی تربیت دلوائیں ... آج کل کے ماحول میں لڑکیوں کو اپنی حفاظت خود کرنے کا فن آنا چاہیئے ... آپ کی اجازت ہو تو میں کل ہی ان کا داخلہ ایک اچھے کراٹے سکھانے والے ادارے میں کروا سکتا ہوں۔''

''یہ تو آپ کا اور زیادہ احسان ہوگا۔''

''بس تو پھر ... آپ کو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے ... لڑکیوں کو بہادر ہونا چاہیئے ... تاکہ جو بھی بری نیت سے ان کی طرف بڑھے ... اس کو منہ کی کھانی پڑے اور وہ دوبارہ اس قسم کی گھٹیا حرکت کی جرات ہی نہ کرنے پائے۔''

''اس ... اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہو سکتی ہے بھلا۔''

''بس ٹھیک ہے ... یہ طے رہا ... ارے بھئی بیگم ... کیا آج بھوکا مارنے کا پروگرام ہے۔'' انہوں نے ہانک لگائی۔

''یہ کس نے کہہ دیا آپ سے ... توبہ کریں اور کھانے کی میز کی طرف چلیں تاکہ آپ فوری طور پر یہ جملہ واپس لیتے نظر آئیں۔''

''اوہو اچھا ... اگر یہ بات ہے تو ہم میز کی طرف چلنے سے پہلے ہی یہ الفاظ واپس لے لیتے ہیں ... کیا خیال ہے۔'' انہوں نے شوخ آواز میں کہا۔

''بہت ہی نیک خیال ہے۔''

ن سب نے ایک آواز ہو کر کہا اور پھر ان کے چہروں پر مسکراہٹیں ناچنے لگیں ... اور قدم کھانے کی میز کی طرف اٹھنے لگے ...

☆☆☆☆

آئندہ ناول کی ایک جھلک

سانپ سازش

اشتیاق احمد

☆ محمود اور فاروق سیر کے لیے ایک نئی جگہ گئے۔

☆ وہاں ان کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے؟

☆ فرزان ڈابا کون تھا؟

☆ کون تھا جو فرزان ڈابا کو قتل کروانا چاہتا تھا اور کیوں؟

☆ کیا قاتل اپنے مقصد میں کامیاب ہو پایا؟

☆ ایک ہوٹل جس میں سانپوں کا ایک انتہائی انوکھا شو منعقد کیا جا رہا تھا۔

☆ انسپکٹر جمشید، محمود، فاروق، فرزانہ، خان رحمان اور پروفیسر داؤد کے ہمراہ شو دیکھنے پہنچ گئے۔

☆ مگر وہاں سیٹیں ختم ہو چکی تھیں... کیا یہ لوگ شو دیکھ پائے؟

☆ بلو گاڈی کون تھا؟

☆ فرزان ڈابا کے گھر میں بھالو اور پرفیوم کس نے رکھا؟

براہِ راست منگوانے کا پتہ

A-36 ایسٹرن اسٹوڈیوز کمپاؤنڈ، B-16 سائٹ، کراچی
0300-2472238, 32578273, 34268800
e-mail: atlantis@cyber.net.pk
www.inspector-jamshed-series.com

میری کہانی

مصنف: **اشتیاق احمد**

انسپکٹر جمشید، انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی سیریز کے 800 ناولوں کے جانے پہچانے مصنف کی مفصل خودنوشت سوانح حیات

... پہلی بار...!!

اشتیاق احمد کی اپنی کہانی۔

بچپن سے بلکہ ماں کی گود سے آج تک کی کہانی۔

جی ہاں! ایک بار پھر شائع ہوگئی ہے اشتیاق احمد کی اپنی کہانی۔
لیکن پہلے اس نام سے شائع ہونے والی کتاب صرف 100 صفحات کی تھی۔ اور وہ اشتیاق احمد کی زندگی کے تمام حالات پر نہیں تھی۔

یہ کتاب فاروق احمد نے ان سے فرمائش کر کے لکھوائی... یہ کہہ کر کہ اپنی زندگی کے تمام حالات پوری تفصیل سے لکھیے۔

گزشتہ ناول کی ایک جھلک

لاش کا قتل

اشتیاق احمد

- ایک گھر جہاں قتل کی فضا تیار تھی...
- قاتل اپنا جال بچھا چکا تھا ...اس جال میں اس نے سب کو الجھا دیا۔
- عین اس روز خان رحمان کو اغوا کر لیا گیا... حامد، سرور اور ناز بھی اغوا...
- خان رحمان کی رہائی کے بدلے جیل سے ایک اہم قیدی کو رہا کروایا گیا...
- کمرۂ واردات سے ایک جیبی کنگھا اور ایک چیپ سٹک ملے ...
- اس کنگھے میں ایک ننھا سا بال پھنسا ہوا تھا ...
- ایک شخص کے جسم سے خنجر کے گہرے زخم لگنے کے باوجود خون نہیں نکلا ...
- محمود نے پورے بریک لگائے۔ عین اس لمحے اگلی کار سے ایک فائر ہوا تھا
- میز پر لکھنے کا ایک گتہ اور قلم بھی تھا... ایک کاغذ پر اشعار لکھے ہوئے تھے۔
- جب انسپکٹر جمشید نے فاروق سے نہیں...اس کے فرشتوں سے ایک سوال کیا۔
- پورا تو نہیں... لیکن یہ ناول آپ کو آدھا جاسوس تو بنا ہی ڈالے گا۔